جلد 18 شمارہ 12 ماہ دسمبر 2016ء ربیع الاول 1438ھ

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا

صداقت

اللہ

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس وغیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رح
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رح
بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان
0321-6400942

معاون مدیر: خالد محمود بخاری
0300-7374750

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ
0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے

سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ

(ماہر القادری)

دعائے شام و سحر لَا اِلٰـہ اِلَّا الـلّٰـہ
یہی ہے زادِ سفر لَا اِلٰـہ اِلَّا الـلّٰـہ

سکونِ قلب و جگر لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰـہ
کمالِ فکر و نظر لَا اِلٰـہ اِلَّا الـلّٰـہ

نہ کہکشاں نہ قمر لَا اِلٰـہ اِلَّا الـلّٰـہ
نہ کچھ اِدھر نہ اُدھر لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰـہ

تمام ملتیں باطل ہیں صرف ایک اسلام
یہی ہے راہ گزر لَا اِلٰـہ اِلَّا الـلّٰـہ

اسی میں دولتِ دنیا اسی میں دولتِ دیں
متاعِ اہلِ خبر لَا اِلٰـہ اِلَّا الـلّٰـہ

ملا رہا ہوں نگاہیں میں کجکلا ہوں سے
نہ خوف ہے نہ خطر لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰـہ

محبتوں کو توڑ تخیل کے ہوں کے پتھر کے
ذرا بھی دیر نہ کر لَا اِلٰـہ اِلَّا الـلّٰـہ

ان کی باتوں میں گلوں کی خوشبو

(سیّد خورشید احمد گیلانی)

انسانی سیرت پر کردار و گفتار دونوں اثر انداز ہوتے ہیں، وہ بات تیر بن کر دل میں کھب جاتی ہے جو دل کی گہرائیوں سے نکلی ہو۔ گفتگو اگر حکمت سے لبریز، مٹھاس سے معمور، دلِ دردمند کی ترجمان اور حسنِ بیان سے بھرپور ہو تو ایک ایک حرف اپنا اثر چھوڑتا ہے، صحابہ کرامؓ کی کردار سازی میں جہاں آنحضرت ﷺ کے جمالِ ایمان افروز کا اثر تھا، وہاں آپ ﷺ کے بیانِ فیض ترجمان کی تاثیر کا بھی خاصہ حصّہ تھا، چھوٹی چھوٹی مگر حکمت و موعظت سے لبریز باتیں، تاثیر، کشش اور کیف میں رچے جُملے، اور معارف و حقائق کے خزینے دامن میں لیے ہوئے مختصر اقوال بلا شبہ صحابہ کرامؓ کی سیرتوں پر بے پناہ اثرات مرتب کرتے تھے، اُن سے جہاں ایمان تازہ ہوتا وہاں عرفان کو بھی غذا ملتی، ایک طرف اگر عقل کی گتھیاں سلجھ رہی ہوتیں تو دوسری جانب ذوق و وجدان کی پرورش بھی ہوتی رہتی، گفتار کی شیرینی اور بیان کی حلاوت حلقوم میں اُترتی محسوس ہوتی اور دل کی دنیا جذب و شوق سے معمور ہو جاتی۔ جب ہم صوفیاءِ کرام کی مجالس و محافل کے بارے میں کچھ پڑھتے اور ان کے ملفوظات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی محفل و مجلس ایسا چمنستان نظر آتی ہے جس میں ہر گل اپنا رنگ اور اپنی مہک رکھتا ہے، جس کا رنگ آنکھوں کو سرور بخشتا اور خوشبو جان کو معطر رکھتی ہے، جب بزرگوں کی محفلیں عروج پر پہنچتیں تو دل کش مثالوں اور حکایتوں کے ساتھ ساتھ زندگی کے عمیق ترین حقائق چٹکیوں میں حل ہوتے جاتے۔ محفل پر کبھی جذب و جنون طاری ہوتا کبھی عقل و خرد کی جلوہ آرائی، کبھی ایمان و عرفان کی اور کبھی جنت کی شادابیوں کا ذکر اور کبھی

جہنم کی وادیوں کا تذکرہ، محفل میں رحمت و شفقتِ حق کا ذکر آتا تو چہرے روشن ہوجاتے، عذاب و عتاب کی بات چلتی تو آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں، احترام انسانیت کا موضوع چھڑتا تو موتی لٹتے۔ تعلیم آدمیت کا مسئلہ آتا تو دریا بہتے، خدا کے عدل پر لب کشائی ہوتی تو چیخیں نکل جاتیں، اس کے فضل پر زبان کھلتی تو باچھیں کھل جاتیں، فقرِ غیور کا مضمون نوکِ زبان ہوتا تو بوریا نشینوں اور خرقہ پوشوں کے سر میں سکندر کا دماغ آجاتا، خدمتِ خلق کی بحث نطق آشنا ہوتی تو پندار و ناموس کے آبگینے چھناکے سے ٹوٹ جاتے، ''مع اللہ'' کا تصور پیش ہوتا تو درمیان میں سے مخلوق نکل جاتی ''مع الخلق''پر اظہارِ خیال ہوتا تو نفس غائب ہوجاتا، صوفیاء کرام کی باتیں اختصار کا بہترین مرقع ہوتی تھیں، قطرے میں دریا اور ذرّے میں صحرا کو انہوں نے سمو کر دکھایا، صوفیاء کرام کی مجلسوں میں اپنوں اور غیروں کی یکجائی کا عجب سماں نظر آتا، نہ کسی پر تنقید نہ کسی پر تعریض، گفتگو میں نہ مناظرانہ پن اور نہ کسی کی دل آزاری کا شائبہ، بات وہی کہی جو ہر ایک کے دل کی تھی، دل سے نکلی دل پر بیٹھ گئی، کوئی ویران دل لے بیٹھا، آباد دل لے کر اُٹھا، خالی ہاتھ پہنچا دامن بھر گیا، تھکا ماندہ آیا، ہشاش بشاش رخصت ہوا، صوفیاء کی مجلس گویا صحرا کے پیادہ پا مسافروں کیلئے گھنے درخت کی ٹھنڈی چھاؤں ہوتی تھی، صوفیاء کرام کس دل نشین انداز میں لوگوں کی اصلاح و تربیت کرتے تھے کہ اُن کے ہاں بیٹھنے والے کس قسم کے انسان بن کر نکلتے ہوں گے اور محافل کیسی دل افروز ہوتی ہوں گی، جہاں احترامِ انسانیت، خوفِ خدا، خدمت خلق، محبت، تقویٰ، اخلاص، عجز و نیاز، ایثار، توکل اور حسن اخلاق کے چرچے ہوتے تھے، ایسی ہی چند محافل کی جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

دہلی میں خانوادۂ چشت کے ممتاز رہنما کا دربار سجا ہے، بڑے چھوٹے، ایک ہی مجلس میں برتری اور کمتری کے احساس سے بالاتر ہوکر بیٹھے ہیں، ستاروں کے اس ہالے میں خواجہ نظام الدین دہلویؒ چاند بن کر محفل آراء ہیں اور فرما رہے ہیں کہ:

''ایک شخص نے خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی خدمت میں چھری پیش کی، فرمایا:

مجھے چُھری نہ دو، مجھے سوئی لا دو۔ میں کاٹنے نہیں جوڑنے آیا ہوں۔''

توکل اور توکل کی روح کیا ہے؟ حضرت ابو بکر شبلیؒ فرماتے ہیں:

'' ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کثیر العیال ہونے کی شکایت کی، فرمایا:

'' اُن افراد کو گھر سے نکال دو جن کا رزق اللہ کے ذمہ نہیں۔''

عجیب وغریب افعال کے صدور اور خرقِ عادت واقعات کے ظہور ہی کو صرف کرامت سمجھا جاتا ہے اور اسے عام ذہن معیارِ ولایت قرار دیتے ہیں مگر اس اُلجھن کو شیخ بہاؤالدین نقشبندؒ نے بڑی حسن کارانہ انداز میں سلجھایا ہے، لوگوں نے آپ سے کرامت طلب کی تو فرمایا:

''یہی کرامت کیا کم ہے کہ اتنے گناہوں کے باوجود ہم روئے زمین پر چل پھر رہے ہیں۔''

صوفیاء کے ہاں خود بینی کے بجائے ''خود شکنی'' کا رواج زیادہ ہوتا ہے، اس ضمن میں خواجہ نظام الدین دہلویؒ کی مجلس کا ایک گوشہ پیش نظر رکھیے، آپؒ فرما رہے ہیں:

'' جسے دیکھو اُسے اپنے سے بہتر سمجھو اگر چہ تم اطاعت گزار ہو اور وہ گناہ گار ہو، ہوسکتا ہے کہ یہ تمہاری آخری اطاعت اور اس کا آخری گناہ ہو تم گناہ گار بن جاؤ، اور وہ نیکوکار بن جائے۔''

لوگ نہ جانے عقل و دولت کسے کہتے ہیں! اس کی کیا نشانی ہے؟ اس مسئلہ میں شیخ ابو علی محمد بن عبدالوھابؒ کا نقطۂ نظر نصیحت آموز بھی ہے اور بصیرت افروز بھی، فرماتے ہیں:

''اُف ہے دنیا کے کاموں پر جب وہ اُلٹ آجائیں اور اُف ہے دُنیا کی حسرتوں پر جب وہ جاتی رہیں، عقل مند ایسی چیز کی طرف ہرگز توجہ نہیں دیتا، کہ آئے تو مشغولیت کا سبب ہو اور جائے تو حسرت کا۔''

غیبت زنا سے سخت، مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف، گلہ اخلاقی پستی کی انتہاء، یہ سب کچھ بدگوئی میں شامل ہیں، مگر بدخواہی کے بارے میں شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا:

''بُرا کہنا بُرا ہے مگر بُرا چاہنا اُس سے بھی بدتر ہے۔''

اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرو۔'' یہ قرآن مجید کا حکم ہے۔ کتنا خرچ کرو؟

حدیث رسول ﷺ نے شرح مقرر کردی، رہے صدقات نافلہ، اُن کی طرف ترغیب ملتی ہے، مگراس اہم ترین مسئلہ کو جس نے پوری دنیا کا سکون تلپٹ اور دماغ چاٹ رکھا ہے، صوفیاء کرام کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ کا رنگ ملاحظہ ہو، پوچھنے والے نے پوچھا:

زکوٰۃ کب اور کتنی واجب ہے؟ فرمایا مذہب کی فقہ کی رو سے یا مذہب فقراء کی نظر میں؟ سائل نے کہا دونوں طرح سے ارشاد فرمایئے۔ جواب ملا، فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ سال گزرنے پر مال کا اڑھائی فیصد نکال دو اور فقراء کے مذہب میں یہ ہے کہ جو کچھ مال و دولت ہو، سب اللہ کی راہ میں، اس کی محبت میں خرچ کردو۔''

انسان فطرتاً مدنی الطبع ہے، مل جل کر رہتا اور کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر عمل کرتے ہوئے زندگی بسر کرتا ہے، اس کے کچھ فرائض ہیں اور کچھ حقوق۔ انسانوں کی بستی میں مفادات ٹکراتے بھی ہیں اور جھگڑے بھی پیدا ہوتے ہیں، مگر صوفیاء کرام انسان کو زندگی گزارنے کا کیا ڈھنگ سکھاتے ہیں؟ تجارتی بنیادوں پر زندگی؟ جیو اور جینے دو کی پالیسی والی زندگی! یوں نہیں بلکہ صوفیاء کرام ترک و ایثار اور مروّت، اخوت سے معمور زندگی کا درس دیتے ہیں۔ ''بھلا کر بھلا ہوگا'' کے بجائے، ''سب کا بھلا'' ان کا نعرۂ مستانہ ہوتا ہے۔ ''دوستوں سے گلہ'' ان کا شیوہ نہیں اور ''شکایت زمانہ'' ان کا شعار نہیں، شیخ جنید بغدادیؒ اس نظریے کی یوں ترجمانی فرماتے ہیں:

''کوئی شخص اس وقت تک عارف نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ زمین کی طرح نہ ہو جائے کہ نیک و بد اسے روندتے ہیں اور بادل کی طرح نہ ہو جائے جو ہر چیز پر سایہ کرتا ہے اور سورج کی طرح نہ ہو جائے جو ہر ذرّے کو روشن کرتا ہے اور بارش کی طرح نہ ہو جائے جو ہر چیز کو سیراب کرتی ہے۔''

تصوّف کا دستور اور اہل تصوّف کا شروع سے یہ طریق رہا ہے کہ وہ ہر کام میں مقصدیت کے متلاشی ہوتے ہیں، اُن کے نزدیک ایسا علم محض الفاظ کا گورکھ دھندہ ہے جو عمل سے

خالی ہے، وہ الفاظ وحروف کے رٹنے کو صرف دماغ سوزی قرار دیتے ہیں، عمل کیلئے تو علم ضروری ہوتا ہی ہے مگر علم کیلئے عمل اس سے بھی زیادہ ضروری ہے، ورنہ علم بے معنی، خیالات کا ناٹک اور افکار کی شعبدہ بازی بن جاتا ہے، اسی نظریے کو ایک مردِ حق آگاہ نے یوں واضح کیا:

''خواجہ نظام الدین دہلویؒ نے مکارم اخلاق کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ اور بوعلی سیناؒ کی ملاقات ہوئی، رخصت ہونے سے قبل بوعلی سیناؒ نے ایک صوفی سے جو حضرت شیخؒ کے ملازموں سے تھا یہ فرمائش کی کہ جب میں حضرت شیخؒ کے یہاں سے رخصت ہو جاؤں تو پھر جو کچھ میرے بارے میں کہیں تم مجھے لکھ بھیجنا، بوعلی سیناؒ چلے گئے مگر حضرت شیخؒ نے اُن کا ذکر تک نہ کیا، اُن کے بارے میں اچھی یا بُری کسی قسم کی رائے کا اظہار نہ فرمایا، چنانچہ ایک روز اُس صوفی نے پوچھ ہی لیا کہ بوعلی سیناؒ کیسا آدمی ہے؟ حضرت شیخؒ نے جواب دیا کہ وہ طبیب ہے اور بڑا عالم بھی ہے البتہ مکارم اخلاق کا مالک نہیں ۔اس صوفی نے یہ بات بوعلی سیناؒ کو لکھ بھیجی، بوعلی سیناؒ نے حضرت شیخؒ کی خدمت میں کچھ تحریر کیا، جس میں یہ مذکور تھا کہ میں نے اتنی کتابیں مکارم اخلاق کے بارے میں لکھی ہیں، پھر حضرت شیخؒ یہ کیوں کہتے ہیں کہ میں مکارم اخلاق کا مالک نہیں، حضرت شیخؒ نے تبسم فرمایا اور گویا ہوئے، میں نے تو یہ نہیں کہا کہ بوعلی سیناؒ مکارم اخلاق نہیں جانتا۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ وہ مکارمِ اخلاق کا مالک نہیں۔''

(مکارم اخلاق ندارد)۔

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

باباجانؒ نے ایک مریض کے بارے میں بتایا جو دُعا کرانے کے لئے آئے تھے۔ اس کے بعد فرمانے لگے: اللہ نے ایسے Delicate سسٹم بنا رکھے ہیں جن کا ہمیں پتا بھی نہیں ہے۔ نہ ہی قدر ہے۔ جب جانتے نہیں تو قدر کیا ہوگی۔ کیا کچھ بنا رکھا ہے۔ اس لئے اللہ نے فرمایا کہ اس پر غور کرو کہ خدا نے تمہارے اندر بھی بڑا کچھ نظام بنا رکھا ہے۔ اس کی آیات ہیں۔ نشانیاں ہیں۔ باہر بھی ہیں، اندر بھی ہیں۔ غور کرو گے تو نظر آئے گا۔

باباجیؒ نے ایک خطبہ میں بھی لکھا ہے چراغ راہ میں اگر آپ نے غور سے پڑھا ہو۔ قرآن کی ایک آیت لکھی ہے جس میں لکھا ہے کہ دوزخ جو ہے وہ بری جگہ ہے ٹھہرنے کے لئے، خواہ اس میں ٹھہرنا عارضی ہو یا مستقل۔ (إِنَّهَا سَاءتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا (سورۃ الفرقان ۲۵: آیت ٦٦)) جنت کا بھی لکھا ہے کہ اچھی جگہ ہے خواہ اس میں ٹھہرنا عارضی ہو یا مستقل۔ (حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا (سورۃ الفرقان ۲۵: آیت ٧٦)) پھر باباجیؒ نے سوال اُٹھایا کہ دوزخ میں تو ٹھیک ہے عارضی ٹھہرنا کہ جو مسلمان تھے، ان سے غلطیاں ہوئیں۔ سزا بھگت کے وہ اس سے چلے جائیں گے۔ ان کا ٹھہرنا عارضی ہوا۔ یہ جنت کا جو کہا ہے کہ اچھی جگہ ہے خواہ ٹھہرنا مستقل ہو یا عارضی۔ مستقل تو چلو ٹھیک ہے جنت میں قیام۔

عارضی کا کیا مطلب ہے؟ واپس وہ دوزخ میں تو نہیں آسکتے جو جنت میں چلے گئے تو عارضی کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ جیسے دوزخ والے دوزخ کو کراس کر کے اوپر آ گئے ویسے جنت والے بھی جنت کو کراس کر کے اوپر والے عوالم میں چلے جائیں گے۔ وہاں جنتیں نہیں ہیں۔ آپ ان کو جنتوں کی روح کہہ سکتے ہیں۔ جیسے بعض دوائیوں میں سے دوا وغیرہ نظر نہیں آتی، صرف پانی نظر آتا ہے، اس کے بارے میں بس یہی ہوتا ہے کہ یہ فلاں دوا سے بنی ہے، اس میں پانی ڈالا تو دس گنا اس کی طاقت بن گئی۔ ایک قطرہ دوا کا ڈال کر پھر دس گنا پانی ڈالا تو اس کی Potency ایک سو(۱۰۰) ہوگئی۔ جوں جوں لسی بنتی گئی، اس کی طاقت بڑھتی گئی۔ وہ آخر میں تو پانی ہی نظر آتا ہے مگر وہ دوا ہے۔ اس پانی میں دوائی کو اپنا شجرہ نسب یاد ہے کہ میں ایسے ایسے بن کے آئی ہوں۔ نہ تو اس میں Taste ہوتا ہے اور نہ ہی بو ہوتی ہے۔

ایسے وہ لطیف روحیں جو ہیں وہ تھوڑی دیر وہاں جنت میں ٹھہریں گی۔ اللہ کی محبت والی وہ (روحیں) جنت کے عوالم کو بھی کراس کر کے اوپر چلی جائیں گی۔ فرمایا کہ جنتیں وہ ملکوت، جبروت، لاہوت، اور ہوتک ہیں۔ اس کے بعد جو عوالم ہیں، ان میں انبیاء اور اعلیٰ قسم کے اولیائے کرام جو ہیں ان کی روحیں رہتی ہیں۔ وہاں وہ نہیں ہے کوئی سیب کھانے کو، کوئی کیلا کھانے کو۔ ان کی فضاؤں میں ہی بلکہ اللہ کے دیدار میں ہی اتنی لذت ہوگی کہ ان کو، کسی چیز کے کھانے پینے کی، ضرورت نہیں پڑے گی۔ جنتوں کا بھی لکھا ہے کہ جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ پوچھیں گے کہ کیا خوش ہو؟ وہ کہیں گے کہ بڑی موجیں لگی ہیں۔ اتنی نعمتیں ہیں جو سوچی بھی نہیں تھیں، وہ ملی ہیں۔ اللہ کہے گا کہ اس سے بھی اچھی اگر تمہیں کوئی نعمت دوں تو پھر! پوچھیں گے یا اللہ! اس سے اچھی کیا نعمت ہوگی؟ اللہ فرمائے گا وہ میرا دیدار ہے۔ پھر اللہ انہیں اپنی جھلک دکھلائے گا۔ وہ مدہوش ہو جائیں گے۔ کئی سال، معلوم نہیں سینکڑوں لکھا ہے یا ہزاروں سال ہے، وہ ایسے پڑے رہیں گے۔ نہ کھانے کی ہوش، نہ پینے کی ہوش، نہ وہ سیبوں کی ہوش۔ کئی سینکڑوں یا ہزاروں سال وہ خدا کے دیدار کی لذت میں ہی مدہوش رہیں گے۔ وہ کھانا پینا یہ سب

بھول جائیں گے۔ پھر ان کو ہوش آئے گا آہستہ آہستہ۔ وہ سنبھل جائیں گے پھر کھائیں گے پئیں گے۔ پھر وہ دیدار جو ہے صبح و شام ہوا کرے گا۔ وہ عادی ہو جائیں گے۔ مگر پہلی جھلک جو ہے اس کے بعد وہ سالوں بھول جائیں گے۔

اوپر کے جو عوالم ہیں، ان کے بارے میں مولانا ابن عربیؒ نے بھی لکھا ہے کہ وہ آگے ان میں ٹیلے ہیں خشک اور کستوری کے ٹیلے ہیں وہاں وہ رہیں گے۔ وہاں وہ کھانے پینے کی چیزوں سے مبرا ہوں گے۔ وہ اللہ کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور اللہ ان کو دیکھ کر خوش ہوگا۔ اسی میں ساری ان کی غذائیت اور یہی ان کی غذا ہوگی۔ جیسے فرشتے جو ہیں ان کی غذا بھی اللہ کا نور ہی ہے اللہ کا ذکر ہے۔ وہ کھاتے پیتے تو نہیں ہیں۔ انسان تو اس سے بھی اعلیٰ ہے۔ اس کو بھی ان کی ضرورت نہیں رہے گی۔ فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت جو ہے یہ عارضی ٹھکانہ ان کے لئے ہوگا۔ وہ آگے چلے جائیں گے۔ وہ خدا کی محبت میں ترقی کرتے کرتے آگے بڑھتے جائیں گے۔ جن کے دلوں میں خدا کی محبت والی بات بیٹھ گئی، انہوں نے اس میں یہاں کی زندگی بسر کی، آگے چلے گئے۔ وہاں بھی وہ لگن جو ہے وہ لگی رہے گی۔ وہ وہاں سے بھی اس لگن میں آگے چلے جائیں گے۔ وہ عالم جو ہیں ان کے بارے میں کہا گیا کہ وہ ایک قسم کی جنتوں کی روحیں ہیں۔ وہ لوگ اس میں چلے جاتے ہیں۔ اعلیٰ و اعلیٰ۔ وہ اس میں چلے جاتے ہیں۔ وہ ان کے لئے ہوگا۔

اسی لئے قبلہ انصاری صاحبؒ نے تعلیم کے ساتھ ہی اللہ کا ذکر 'پاس انفاس'، 'نفی اثبات' کا ذکر شروع میں ساتھ ساتھ۔ ساتھ میں درود شریف اتنا۔ سارا کچھ At a time شروع کراتے ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ میں باقاعدہ وہ فنافی الشیخ، پھر اس کے بعد میں کہیں جا کے اللہ کے نام کا ذکر سکھایا جاتا تھا۔ پہلے تیاری کی جاتی تھی کہ باطن صاف ہو جائے۔ درود شریف پڑھو ، نوافل پڑھو، شیخ سے محبت کرو۔ یہ ہو جاتی ہے جس کو مل جاتا ہے۔ اس کے پریم میں کچھ عرصہ گزارا جاتا ہے تاکہ جو دیکھی ہوئی صورت ہے اس کے ساتھ اس (مرید) کا پیار پختہ ہو جائے۔ پھر وہ شیخ سے دور رہتا ہے تو پھر بھی اس کی محبت میں رہتا ہے۔ اس کے خیال میں، اس کے

تصور میں ڈوبا رہتا ہے۔صحیح فنا فی الشیخ جو ہے اس میں اس کو ہر طرف پیر کی صورت ہی نظر آتی ہے۔سجدہ کرے تب بھی، نماز پڑھے تب بھی، وہی چھا جاتا ہے اس کے ہوش و حواس پر۔پھر اسکا شیخ اسے Switch off کرتا ہے۔اسے منتقل کرتا ہے اور اسے رسول اللہ ﷺ سے ملا دیتا ہے کہ ایسے رسول اللہ ﷺ بھی انسانی شکل میں تشریف لائے۔وہ اپنے فیض سے اس (مرید) کو وہاں پر Connect کرتا ہے۔رسول اللہ ﷺ کے Source سے، رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرو۔پھر وہ اس پر چلتا ہے۔اس (مرید) کو کئی عرصہ اس پر چلا کر پھر کہیں جا کے اسم 'اللہ' یا اسم اعظم جو ہے، اللہ کے نام کی تعلیم دی جاتی ہے۔وہ جنہوں نے (یہ سب) کیا ہوتا ہے صرف وہی اجازت دے سکتے ہیں۔پھر وہ اللہ اللہ کرتا ہے اور آگے جاتا ہے۔

بابا جیؒ نے کہا کہ یہ بڑا لمبا سلیبس ہے۔اگر مرید جو ہے وہ فنا فی الشیخ میں ہی مر گیا تو اس کو تو اللہ کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کیا ہے؟ وہ جنت میں تو چلا جائے گا کیونکہ اللہ کا ذکر کیا، کسی کا برا نہیں کیا، وہاں (جنت میں) تو وہ پہنچ جائے گا۔وہ خدا کی نعمتِ دیدار سے، اس کی معرفت اور قرب سے، اور جو اس کی زندگی کا مقصد تھا، وہ تو ابھی اس کا سلیبس شروع بھی نہیں ہوا، اور وہ اگر اسی (فنا فی الشیخ) میں ہی چلا گیا، تو فرمایا کہ ہم میں کون ذمہ دار ہو گا۔اس لئے سب اکٹھا ہی شروع کرا دیا۔تینوں اپنے اپنے حفظِ مراتب کے ساتھ تینوں بہ یک وقت چلیں۔وہ اللہ کا ذکر بھی چلے، رسول اللہ ﷺ کی محبت بھی، اور مرشد سے پیار بھی۔آپؒ نے تینوں کا ہی کہا کہ اکٹھے چلیں۔حفظِ مراتب کے ساتھ چلیں۔یہ سارے کرو۔پاس انفاس بھی کرو نفی اثبات بھی کرو۔درود شریف کا بھی کہا کہ ایک ہزار مرتبہ یہ کرو۔بیٹھ کے کرو۔باوضو۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیکَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ.

یہ درود شریف بھی پڑھو۔روزانہ شیخ سے توجہ بھی لو۔خط بھی لکھو۔ٹیلی فون بھی کرو۔اس کے ساتھ رابطہ رہے گا تا کہ وہ تمہیں فیض پہنچاتا رہے۔بابا جیؒ نے خانقاہی سسٹم تو نہیں رکھا۔ماڈرن ہے۔کہا کہ نوکری کرو۔اپنے کام کرو۔خوب دل جمعی کے ساتھ فرائضِ منصبی بھی، فرائضِ انسانی بھی، اور اللہ کے فرائض حقوق اللہ بھی سارے صحیح طریقے سے کرو۔ان میں رہتے ہوئے اللہ کا ذکر کرو

ان میں رہتے ہوئے سب سے بڑھ کراللہ کویاد کرو۔ان میں رہتے ہوئے وَتَبَتَّلْ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا ؕ
سب کو چھوڑ کر اللہ کے ہو جاؤ، لیکن رہنا ان کے اندر ہے۔اِدھر رہتے ہوئے کرنا ہے۔قلبی طور پر
کرنا ہے۔ایسے نہیں بھاگنا دنیا سے۔رہنا اس کے اندر ہی ہے۔قلبی طور پر ان کا ہونا یا نہ ہونا
آپ پر کوئی اثر نہ کرے۔ہر وقت اس (اللہ) کا تصور دل میں رہے۔

مرشد کے ساتھ رابطہ رہنا چاہیے۔باباجیؒ فرماتے تھے کہ ہم دیداربازی کے قائل نہیں ہیں
مرشد کو دو چار مرتبہ دیکھ لیا زندگی میں بس کافی ہے۔تعلیم پر عمل کرو۔جہاں بھی بیٹھے ہو ضرور تمہیں
حصہ ملے گا بشرطیکہ تعلیم پر عمل کرو۔یہ ماڈرن سسٹم ہے۔پاس انفاس کرو اور اس طرح کرو۔
وہ تمہاری راہنمائی کرے گا۔وہ تمہارے ساتھ رہے گا۔خود فرماتا ہے کہ فَاذۡكُرُوۡنِىۡۤ اَذۡكُرۡكُمۡ
تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا۔تم ایک دفعہ یاد کرو، میں دس دفعہ یاد کروں گا۔ اَنَا جَلِیۡسُ
مَنۡ ذَکَرَ ۔ جو مجھے یاد کرتا ہے، میں اس کا ہم مجلس ہوتا ہوں۔میں اس کے پاس بیٹھتا ہوں۔
ہم نشین ہوتا ہوں۔وہ تو ساتھ ہوتا ہے آدمی کے،وہ جو بھی کرے گا مل جائے گا۔بندہ ہی غلطیاں،
بے وفائیاں کرتا ہے۔اللہ تو رحیم و کریم ہے۔ماں جو ہے وہ تو محبت کرتی ہے۔اولاد خراب کرتی ہے
ماں تو نہیں کرتی۔وہ تو دل سے چاہتی ہے۔وہ اللہ۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ستر ماؤں
سے زیادہ پیار کرتا ہے۔اتنی محبت ہے۔بندہ مرد تو ایک ماں کی محبت ہی نہیں سمجھ سکتا،وہ تو اتنا پیار
کرتی ہے۔فرمایا کہ تم کرو،وہ ساتھ ہی ہوگا تمہارے۔بقول میاں محمد بخش

؎ اُس داناں چتارن والا کسے میدان نہیں ہردا

اس کا ذکر کرنے والا جہاں مرضی ہو،کسی پیشے سے وابستہ ہو، سپاہی ہو،نوکر ہو،خواہ
جہاں بھی ہو،اللہ کی مدد اس کے ساتھ ہوتی ہے۔اللہ اس سے پیار کرتا ہے۔وہ بھی پیار کرتا ہے،
اللہ بھی پیار کرتا ہے۔آپ ایک قدم چلیں،وہ دس قدم چلتا ہے۔آپ ایک دفعہ یاد کریں وہ دس
دفعہ یاد کرتا ہے۔اس کو کسی میدان میں وہ ہارنے نہیں دیتا۔اس کی رحمت کا سایہ اس کے ساتھ
رہتا ہے۔اس میں چلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اس پر چلو۔وہ ذکر بتا دیا جاتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث مبارکہ ہے کہ یہ مساجد جو ہیں دنیا میں جن میں نماز پڑھتے ہیں، وہ آسمان سے ایسے دکھائی دیتی ہیں جیسے زمین سے ستارے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ روشن نور والی جگہ، اس میں ستارے نظر آتے ہیں۔ آسمان سے مسجدیں ایسے دکھائی دیتی ہیں۔ جہاں بندہ نماز پڑھتا ہے، جہاں ذکر کرتا ہے، وہ زمین بھی ایسے چمکتی ہے۔ جو پڑھتا ہے بندہ یہ اس کے نور سے تو چمکتی ہے۔ بندہ بھی چمک رہا ہوتا ہے۔ اس کی بھی روشنی جو ہے وہ اللہ کے پاس پہنچتی ہے کہ میرا بندہ مجھے یاد کر رہا ہے۔ (فون آ گیا اور بات کا سلسلہ منقطع ہو گیا)۔

اللہ کی یہ بات جو ہوتی ہے، یہ یاددہانی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیلاً۔ یہ یاددہانی کرانی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی کرائی۔ آگے بھی اللہ کے بندے ہر ایک کو جو بھی اللہ نے فرمایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایک آیت بھی ہو تو وہ بھی سناؤ۔ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَو آیَۃً۔ جس نے مجھ سے ایک آیت بھی سنی ہے وہ بھی آگے پہنچاؤ۔ کیا پتا کہ آپ کے توسل سے وہ جو سننے والا ہے آپ سے بہتر عمل کرے۔ ہم نہ کر سکیں اور وہ کرے۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام: سید رحمت اللہ شاہ صاحب

مورخہ: 29.11.1999

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ!

آپ کا خط موصول ہوا ۔ آج جواب لکھنے بیٹھا تو اتفاق سے آج ہی آپ کا ابتدائی امتحان بھی ہے ۔ آرمی سروس مجھے اچھی لگتی ہے پھر بھی دُعا کرتے وقت اللہ کے سپرد کر دیا کہ جو آپ کے نزدیک بہتر ہے رحمت اللہ شاہ کو وہی عطا فرما دیں ۔

غلام محمد شاہ کیلئے دُعا تو ہوگئی لیکن کچھ وقت لگے گا، راہ راست پر آنے میں ۔ کیونکہ ہر ایک خبر کیلئے ایک وقت ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنی حفظ و امان اور رحمت کے سائے میں رکھے اور دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے ۔ آمین ۔ ان کے لئے دُعا اب بھی کر دی ہے ۔ یاددہانی پر دوبارہ کرونگا ۔ اس کیلئے وہ کیوں سفر کی زحمت فرماتے ہیں ۔ دُعا ایسے بھی ہو سکتی ہے اور ہم لوگ تو زیارت اور دیدار کے قائل بھی نہیں ہیں جیسا کہ قبلہ حضرت انصاریؒ کے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے رابطہ خضر صاحب سے ملاقات ہوگئی ۔ یہ تو خوش نصیبی ہے کہ لوگ خضر علیہ السلام کی تلاش میں ہوتے ہیں اور یہاں خضر آپ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے ۔ وہ بڑے اچھے بزرگ ہیں اور بھائیوں کی خدمت میں پیش پیش رہتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید نعمتوں سے نوازے اور اصلاح و خدمت کے کام کیلئے قبول فرمائے ۔ آمین ۔

گھر خط لکھیں تو امی جان کے درد گردہ کیلئے روحانی علاج تحریر کر دیں کہ وہ خود یا بہتر ہے عاشق حسنین شاہ صاحب مندرجہ ذیل وظیفہ پڑھ کر پانی پر دَم کر دیں اور چند گھونٹ پانی نہار منہ اور چند گھونٹ سونے سے قبل پلا دیا کریں ۔

1- درود شریف: (5مرتبہ)

2- لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ

(7بار) (سورۃ الحشر:آیت:21)

3- درود شریف (5مرتبہ)

اللہ تعالیٰ سب کو عافیت سے رکھے، صراط مستقیم پر چلائے اور اپنے مقرب بندوں میں داخل فرمائے ۔آمین ۔

مورخہ: 25.01.2000

السَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه!

الحمد للہ! آپ نے آرمی کمیشن کیلئے ابتدائی ٹیسٹ پاس کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں کامیابی عطا فرمائے تو یہ بھی بڑا اچھا کیریئر ہے آج کل تو بیوروکریسی بھی انہی کے ہاتھ میں ہے۔لائبریرین کی جگہ مل جائے تو C.S.S کی تیاری کیلئے موقع اور فرصت و سہولت مل جائے گی۔اعلیٰ مناصب کے لئے ضرور کوشش کرنی چاہیے اور پوری ہمت صرف کر کے مقابلے میں آنا چاہیے۔بلند ہمت لوگ اسی طرح اپنا ہدف مقرر کر کے اس کیلئے جان لڑا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ میں بلند پروازی کا شوق بھی ہے اور اس کے لئے مطلوبہ اہلیت بھی ہے آپ مطالعہ میں دن رات ایک کردیں۔میری دُعائیں آپ کے ساتھ ہیں کیونکہ ہم تو ستاروں پہ کمندیں ڈالنے والے جوان سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اہل ہمت کو نوازتے ہیں۔

آپ کا سلوک تو جلد پورا ہوجائے گا لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ اللہ کے قرب اور اس کی رضا کا سفر کبھی ختم نہیں ہوتا۔قبلہ حضرت بانئ سلسلہؒ کو مولانا کریم الدینؒ نے تین چار برس بعد ہی سلوک پورا ہوجانے پر خلافت سے نواز دیا تھا لیکن حقیقت وحدت الوجود میں لکھا ہے: 42 ,41 برس کی مسلسل اور لگا تار جدوجہد کے بعد الحمدللہ 1953ء میں اپنے مقصد سے ہمکنار رہوا۔الحمدللہ جو چاہتا تھا وہ مل گیا۔آپؒ 1911ء میں بیعت ہوئے تھے۔

معروف معنوں میں قلب بیدار ہو جائے ،اس میں جذب پیدا ہو جائے اور عالم مثال سے گزر جانے ہی کو سلوک کہا جاتا ہے۔حالانکہ اس کے آگے عدم اور عالم امر پڑا ہے اور پھر عرش الٰہی ہے۔یہ سفر کا وہ حصہ ہے جسے ''سَیر الی اللّٰہ '' کہنا چاہیے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات تک پہنچنے کا سفر۔اب اللہ تعالیٰ کی مزید صفات اور اس کی ذات کی معرفت اور دیدار کا سفر ہے۔جو کبھی پورا نہیں ہو سکتا۔کیونکہ کوئی مخلوق اپنے خالق کا کُلی کر ہی نہیں سکتی۔حضور سید الانبیاء افضل البشر ﷺ نے انتہائے کمال تک پہنچنے پر یہی فرمایا: ''مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ یعنی آپ کو پہچاننے کا جو حق ہے ہم اس طرح آپ کو نہیں پہچان سکے۔جب سیّد الرسل ﷺ کا یہ حال ہے تو سالکین کے بارے میں خود ہی اندازہ لگالیں۔اس دوسرے حصے کو'' سَیر فی اللّٰہ '' کہا جاتا ہے یہ سب کچھ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہوتا ہے۔جو کچھ آپ کے نصیب میں ہے وہ مل کر رہے گا۔میرے ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑے گا۔یہ سب اللہ تعالیٰ کا نظام ہے اور ہر ایک کا حصہ اسے عطا کر دیا جاتا ہے۔اس لئے اسباب بھی وہ خود ہی مہیا کرتا ہے جیسے قبلہ حضرت انصاریؒ کی مزید تربیت کیلئے حضرت رسالدارؒ کا تعین ہو چکا تھا اور آپؒ کے مُرشدؒ نے بتا بھی دیا تھا۔اللہ تعالیٰ آپ پر مزید رحمت فرمائے اور اپنے مقربین میں شامل فرمائے۔آمین۔

لاہور سے ایک صاحب کو سلسلہ سے متعارف عبدالقیوم صاحب نے کرایا تھا۔گزشتہ ہفتے ان کا ایک کارندہ یہاں آیا وہ کتابوں کا سیٹ بھی لے گیا اور مجلّہ کا چندہ بھی جمع کرایا۔معلوم ہوتا ہے وہ ہماری تعلیم سے کافی متاثر ہیں وہ پیپاک میں عہدہ دار ہیں۔پتہ لکھ رہا ہوں آپ میاں انور صاحب سے کہیں کہ ان سے رابطہ کریں اور حلقہ ذکر کا بتائیں۔

عید میلاد النبی ﷺ

(پیر خان توحیدی)

ماہ ربیع الاول کا چاند ہر سال امت مسلمہ کے لیے ایک نیا جوش اور نیا ولولہ لے کر طلوع ہوتا ہے۔ ہر جانب محافل نعت اور میلاد منعقد کی جاتی ہیں۔ گلیاں بازار اور عمارات سجائی جاتی ہیں اور پوری فضا عشق رسول ﷺ سے مہک اٹھتی ہے۔ آمد رسول ﷺ کی ان سہانی اور پر کیفیت گھڑیوں میں محسن انسانیت کے امتی دنیا کے کونے کونے سے خوشی کے ترانے گاتے ہیں اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہواؤں اور فضاؤں میں بھینی بھینی خوشبو رچی ہے شجر و حجر بھی درود و سلام کے ترانے پیش کرتے ہیں۔ آسمانوں سے لے کر زمین تک ملائکہ اپنی بے پناہ مسرتوں اور شادمانیوں کا اظہار کرتے ہیں۔ عقیدت مند اور عاشقان رسول ﷺ حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر غور فکر کر کے اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں مسجدوں سے ہمہ وقت درود و سلام کے ترانے سنائی دینے لگتے ہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی چینلوں سے بھی لغویات اور خرافات کی جگہ ذکر اذکار اور درود و سلام کی صدائیں گونجنے لگتی ہیں۔ اللہ ربّ العزت نے مومنوں کو بہت ساری نعمتوں سے نوازا ہے اور ان پر بے شمار احسان کیے ہیں لیکن کسی نعمت اور احسان کو جتلایا نہیں لیکن جب باری آئی اپنے محبوب کی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح طور پر فرما دیا کہ اللہ رب العزت نے مومنوں پر ان ہی میں سے ایک رسول ﷺ بھیج کر بہت بڑا احسان کیا ہے جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے انہیں پاک کر کے اللہ کی کتاب اور دانائی سکھاتا ہے۔

مسلمان چاہے سال بھر دین کی تعلیم سے کتنے ہی غافل رہے ہوں نمازوں میں کوتاہی کی ہو، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پامال کیا ہو، ناپ تول میں ڈنڈی ماری ہو لیکن اس مہینہ میں وہ رسول اللہ ﷺ سے اپنی نسبت کو کسی نہ کسی شکل میں تازہ کر لیتے ہیں۔ گھروں کو بجلی کے قمقموں سے

روشن کرتے ہیں جھنڈیاں لگاتے ہیں مسجدوں میں حاضری دیتے ہیں، نعتیں سنتے اور نعتیں پڑھتے ہیں اس طرح اپنے دلوں کی تاریکی میں روشنی کی کچھ رمق پیدا کر لیتے ہیں۔عقیدت و محبت جذبات اور تعظیم کے چرچے ہوتے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ دنیا میں افضل ترین مقام پر فائز ہیں اللہ کی ذات اور اللہ کے فرشتے ہر وقت درود و سلام کے نذرانے آپ ﷺ کو پیش کرتے ہیں ۔اس لیے آپ ﷺ سے عقیدت اور محبت کا اظہار ایمان کا لازمی تقاضا ہے اور ہماری دھڑکن اور ہر سانس آپ ﷺ کی محبت کی مظہر ہے اور یہی ہماری نجات کا ذریعہ ہے۔

صدیوں کی غلامی اور آزادی کے بعد کی بے راہ روی بھی آپ کے غلاموں کو آپ ﷺ کی محبت اور عقیدت سے محروم نہ کر سکی اس لیے آج غیر مسلم بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ مسلمان ہر بات کو برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنے نبی ﷺ کے خلاف زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔دنیا کے ہر مسلمان کا ایمان ہے یقین ہے کہ ہماری زندگی عشق رسول ﷺ سے شروع ہوتی ہے اور عشق رسول ﷺ پر ختم ہو جاتی ہے۔دنیا کا شاید ہی کوئی مسلمان ہو گا جس کی آنکھیں رسالت مآب ﷺ کا ذکر سن کر پرنم نہ ہو جاتی ہوں گی اور دل تڑپتا نہ ہو گا۔ آج کے مسلمان کو نبی اکرم ﷺ کی ذات سے عشق ہے، محبت ہے، عقیدت ہے، اور عشق میں غازی علم الدین شہید اور ممتاز قادری کی موت مرنا چاہتا ہے۔عشق رسول ﷺ میں جان دینے اور جان لینے پر تیار ہو جاتا ہے لیکن سچا امتی بننے کو تیار نہیں ہوتا۔کیونکہ اس کے کسی قول، کسی فعل اور کسی عمل میں نبی اکرم ﷺ کے قول اور عمل کی جھلک دکھائی نہیں دیتی۔مثلاً رسول اللہ ﷺ کی برداشت پر آسمان قربان ہو جاتے ہیں۔آپ کے صبر و استقلال پر فرشتے بھی حیران ہو جایا کرتے تھے۔آپ ﷺ کے عفو و درگزر کا یہ عالم تھا کہ اپنے چچا حضرت حمزہؓ کا قاتل آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہو کر عرض کرتا ہے یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے مجھے بھی معاف کر دیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے تجھے بھی معاف کر دیا ہے۔آج ہمارے اندر وہ صبر وہ برداشت وہ عفو و درگزر کیوں نہیں۔جو ہمارے پیارے رسول ﷺ کی شخصیت کا حصہ تھی۔

رسول اللہ کو اس وقت عاشقوں سے زیادہ امتیوں کی ضرورت ہے کاش کہ ہم آج دوسروں کو برداشت کرنا شروع کردیں دوسروں کو معاف کریں تا کہ ہماری زندگی میں رسول اللہ ﷺ کے کسی ایک قول کی جھلک تو دکھائی دے۔ہماری زندگیوں میں نہ خوف خدا دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی سنت رسول ۔ہم رسول ﷺ کے ممبر و محراب کے دعویدار تو ہیں لیکن ممبر و محراب کا ادب و احترام ہم بھول گئے ہیں۔فرقہ بندی دیوبندی اور کئی دوسری بندیوں کے چکروں میں پڑ کر ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنا گالی گلوچ کرنا اپنے آپ کو ہر کسی سے بہتر اور اچھا سمجھنا ہمارا شیوہ بن گیا۔ہمارے پیارے نبی ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ مسلمان ،مسلمان کا بھائی ہے ایک دوسرے کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آئیں اور دوسروں کو اپنے سے بہتر اور اچھا سمجھیں لیکن آج کل ان چیزوں کا فقدان دکھائی دیتا ہے حتیٰ کہ ایک دوسرے کو سلام کرنا بھی گوارہ نہیں کرتے جبکہ سلام ہی ایک ذریعہ ہے جس سے محبت بڑھتی ہے نفرتیں ختم ہوتی ہیں۔

کون بدقسمت اور بدنصیب ہوگا جو ولادت نبی آخرالزماں پر مسرور نہ ہوتا ہوگا لیکن جو طریقہ عید میلادالنبی منانے کا آج کل کے عاشقان رسول ﷺ نے اختیار کر رکھا ہے یہ نبی ﷺ کی غلامی نہیں نافرمانی دکھائی دیتی ہے ۔کیا حب رسول ﷺ کا بہترین طریقہ اظہار صرف جلسوں بجلی کے قمقموں اور رنگارنگ محفلوں میں بہترین ترنم کے ساتھ مدح رسول ﷺ کرنے سے ہی ہوسکتا ہے یا کوئی اور طریقہ بھی ہے ۔اللہ رب العزت نے آپ ﷺ سے محبت اور عقیدت کا طریقہ یہ بتایا ہے

ترجمہ: کہہ دو اے نبی ﷺ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم سے محبت کرے تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا'' ایک دوسری جگہ حکم ہوتا ہے۔

ترجمہ: جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی''

رسول اکرم ﷺ نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام موجودات کے لیے رحمت اور شفقت کا مرکز اور مظہر ہیں۔اسی لیے رب العزت نے آپ ﷺ کو رحمت اللعٰلمین ہونے کا لقب عطا فرمایا آپ ﷺ دونوں عالموں یعنی دنیا اور آخرت کے لیے سراپا رحمت اور بخشش کا ذریعہ ہونگے۔

آپ ﷺ مشرکین کے لیے بھی رحمت تھے اسی لیے انہیں بھی اللہ کے عذاب سے بچانے کے لیے دن رات مصروف رہتے تھے۔ انسان سب سے زیادہ اپنی ذات کے لیے مخلص ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اپنا نقصان کرسکتا ہے اور غلط راہ اختیار کر کے خود کو جہنم کا مستحق بنا سکتا ہے مگر نبی رحمت ﷺ سب سے زیادہ بڑھ کر انسانوں کے خیر خواہ تھے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے ''تم پتنگوں کی طرح آگ میں گرے پڑتے ہو اور میں کمر سے پکڑ پکڑ کر تمہیں کھینچ کر بچانے کی کوشش کرتا ہوں'' یعنی ہماری فکر ہم سے زیادہ۔ اور اتنی زیادہ کہ خود قرآن نے گواہی دی۔

ترجمہ: ہم نے یہ قرآن اس لیے آپ پر نازل نہیں کیا کہ آپ مصیبت میں پڑ جائیں۔ آپ ان کے وکیل نہیں ہیں۔ آپ کا کام صرف دعوت دینا ہے، ہدایت دینا میرا کام ہے، جس کو چاہوں ہدایت دوں اور جس کو چاہوں گمراہ کردوں' اللہ کے رسول ﷺ سے تعلق اور محبت کا تقاضا صرف یہ نہیں کہ محض سال میں دو دن ان کی یاد میں جھنڈیاں لگائیں، نعرے لگائیں اور لنگر بانٹ کر آپ ﷺ کی محبت کا قرض اتار دیں بلکہ اللہ کے رسول ﷺ سے تعلق اور محبت کا اہم ترین تقاضا تو یہ ہے کہ نظام ظلم و کفر کے خلاف جہاد اور بھلائی کے قیام کے لیے اپنے گھروں میں معاشرے میں تجارت میں، سیاست میں غرض زندگی کے ہر معاملے میں بندگی اور اطاعت کو صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے خالص کر دینا ہوگا۔ زبان سے اگر کوئی لاکھ بار حب رسول ﷺ کا دعویٰ کرے لیکن رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہ کرے تو اس کا کوئی عمل قبول نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے کوئی عمل کیا جو ہمارے طریقے کے مطابق نہیں تو وہ عمل مردود ہے ایسے کریم و رحیم اور عفو و درگزر کرنے والے نبی کی امت کو اپنے ہادی و رہبر کی یاد ضرور منانی چاہیے بلکہ ہر وقت اور ہر جگہ منانی چاہیے۔ یہی نہیں کہ سال میں ایک دو دن محفلیں سجا کر جھنڈیاں لگا کر جلسے جلوس نکال کر محبت اور شفقت کا اظہار کر کے پھر دنیاوی خرافات میں گم ہو کر سب کچھ بھلا دیا جائے بلکہ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ہم اپنے نبی ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقوں پر کہاں تک عمل کرتے ہیں۔ ہمارے روزمرہ کے معمولات کیا ہیں اور کیا وہ ہمیں اپنے نبی ﷺ کے قریب

کرنے والے ہیں اور کیا وہ ہمارے رب کو پسند ہیں۔ اگر ایسا نہیں تو پھر سب فریب ہے دھوکہ ہے قیامت کے روز کیا منہ لیکر حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش ہونگے۔ اور کیسے ہماری بخشش ہوگی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ سے محبت ہمارا جزو ایمان ہے لیکن اظہار میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جو عقیدت اور احترام کے منافی ہو وہی طریقہ اپنانا چاہیے جو صحابہ کرامؓ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے قرآن میں جگہ جگہ صحابہ کی تعریف کی گئی ہے اگر کہیں غلطی ہوتی تو فوراً اصلاح کر دی جاتی۔ ایک موقع پر آپ ﷺ وضو فرما رہے تھے صحابہ پانی زمین پر گرنے نہ دے رہے تھے بلکہ ہاتھوں میں لیکر جسم پر مل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے وجہ پوچھی تو جواب دیا اللہ اور رسول ﷺ کی محبت میں ایسا کر رہے ہیں فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ گفتگو میں ہمیشہ سچ بولے، امانت میں خیانت نہ کرے اور اپنے ہمسائے کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور تکلیف نہ پہنچائے۔ کیا ہم ایسا کرتے ہیں؟ ہم تو رسول مکرم ﷺ کے نام پر ساری ساری رات مسجدوں میں اونچے سپیکر بجا کر زوردار نعرے لگا کر نہ تو کسی مریض کا خیال کرتے ہیں اور نہ ہی کسی طالب علم کی تعلیم میں خلل ڈالنے کی پرواہ کرتے ہیں کیونکہ ہم عاشقان رسول ﷺ ہیں۔ اب تو معاملہ مسجدوں سے نکل کر سڑکوں اور گلیوں تک پہنچ گیا ہے جہاں ڈیک بجا کر ڈھول بجا کر عاشقی کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ خانہ کعبہ اور روزہ رسول ﷺ کے ماڈل سڑکوں اور گلیوں میں گھمائے جاتے ہیں جنہیں عورتیں گھروں کی چھتوں سے سلام کرتی ہیں۔ کیا یہی عاشقی، عقیدت اور محبت کا اظہار ہے۔

تیرا نقش پا جو تھا رہنما تو غبار راہ بھی تھا کہکشاں
اسے کھو دیا تو زمانے بھر نے ہمیں نظر سے گرا دیا

دعا ہے کہ اے ہمارے مالک، ہمارے خالق ہمیں سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور اپنے اور اپنے نبی ﷺ کے ساتھ عشق و محبت اور عقیدت و احترام کا وہ طریقہ نصیب فرما جو صحابہؓ اور بزرگان عظام کا تھا۔ آمین ثم آمین

نعلین محبوب ﷺ

(طارق محمود الحسن خضری)

لقب خدا سے محمد کو لا جواب ملا
بنے حبیب ﷺ تو محبوب کا خطاب ملا

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کی عظمت کو لازوال دوام بخشا ہے۔ دنیا میں جتنے بھی انسان آئے جانے کے لیے آئے۔اللہ تبارک وتعالی نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام مبعوث فرمائے ہیں وہ بھی جانے کے لیے آئے۔یہ مقدس ہستیاں بھی دنیا فانی میں اپنا اپنا وقت پورا کر کے اپنے خالق حقیقی کے پاس واپس چلی گئیں۔انبیاء کرام کے علاوہ صالحین وصدیقین،شہداء ایسی ہستیاں جو انعام یافتہ ہیں ان کو بھی دنیا سے اپنا وقت پورا کر کے واپس جانا پڑا

اللہ تعالی نے اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کو دنیا میں آنے کے لیے مبعوث فرمایا آپ ﷺ کے وقت کو زوال نہیں۔آپ ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے لے کر قیامت بلکہ قیامت کے بعد تک کا سارا زمانہ اور سارا وقت آپ ﷺ کا ہی ہے۔

ایک وقت دنیا میں نبی پاک ﷺ کو ماننے والا کوئی بھی نہ تھا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت خدیجہؓ اور حضرت علیؓ نے مانا یہی تین افراد ماننے والوں میں شامل تھے۔اس کے بعد رسول خدا ﷺ کو ماننے والے بڑھتے گئے ماننے والوں کی تعداد بڑھتے بڑھتے 313 پر پہنچی تو بدر کا معرکہ ہوا۔

اس کے بعد نبی پاک ﷺ کو ماننے والوں کی تعداد بڑھتی گئی ۔صدیاں گزرتی گئیں، تعداد بڑھتی گئی اور آج دنیا کے نقشے پر چھپن اسلامی مما لک محمد رسول اللہ ﷺ کے ماننے والے ہیں ۔یہ دوام قیامت تک جاری رہے گا۔رسول اللہ ﷺ کو بحیثیت رسول ماننے والوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ارب کے لگ بھگ ہے۔ماننے والوں میں پیغمبر ﷺ کی ذات اقدس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ آج کے مسلمان یعنی ماننے والے نے نہ کسی صحابی کو دیکھا، نہ کسی تابعی کو دیکھا، نہ کسی تبع تابعی کو دیکھا اس کے باوجود بغیر دیکھے ایمان لے آئے۔محمد رسول اللہ ﷺ کو مانا۔ایسا مانا کہ پیغمبر کے ناموس پر جانیں نچھاور کردیں۔

مولانا ظفر علی خان کی قلم جنبش میں آئی تو محبوب خدا ﷺ کے دوام کو شعری انداز میں اسطرح قلمبند کیا۔

زمانے میں چمکا ہے نام محمد ﷺ ہوئی روکش صبح وشام محمد ﷺ
نہ پہنچے وہاں تک جبریل امیں بھی بلند اس قدر ہے مقام محمد ﷺ
میرا منہ لیا چوم روح الامیں نے لیا میں نے جس وقت نام محمد ﷺ
پلادیا ہے بھربھر کے ساقی نے مجھ کو خدا کے خمستاں سے جام محمد ﷺ
فقط دو حقائق پہ دنیا ہے قائم بقائے خدا اور دوام محمد ﷺ

اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد ﷺ سے جس چیز کی نسبت بھی ہو جائے اللہ تعالیٰ اسے بھی دوام بخشتا ہے۔

مکہ کا موچی جوتا سی رہا تھا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ جوتا کہاں جائے گا۔مکہ کے موچی نے ایک جوتا سی دیا وہ جوتا محبوب خدا ﷺ کے قدموں میں آیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ایسا دوام بخشا جو قیامت تک رہے گا۔جب جوتا محبوب خدا ﷺ کے قدموں میں آیا تو عرش معلیٰ پر پہنچا۔کیا شان ہے اس جوتے کی، اس عرش پر پہنچا جس کو قرآن نے کہا" **الرحمٰن علی العرش استویٰ**" علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس عرش پر محبوب خدا کے جوتے کا نشان آج بھی موجود ہے۔

اور قیامت تک باقی رہے گا۔عرش اعظم خوشی سے جھوم رہا ہے عرش اعظم خوشی سے ناز کر رہا ہے اپنی قسمت پر۔محبوب خداﷺ کا جوتا مبارک وہاں پہنچ گیا جہاں نہ بارش ہے نہ پانی نہ ہوا اور نہ ہی کوئی گزرگاہ۔اے محبوب آپ سے پہلے بھی نہ کوئی جا سکا آپ کے بعد بھی کوئی نہ جا سکے گا۔محبوب خداﷺ کے جوتے مبارک کے نشان تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے جبرائیل امین بھی نہیں پہنچ سکے۔سدرۃ المنتہٰی سے آگے نہیں جا سکے۔محبوب خداﷺ جب عرش پر پہنچے تو دل میں خیال آیا کہ جوتا اتاروں کیونکہ موسیٰ کو حکم تھا کہ جوتے اتار کر آؤ۔جب نبی پاکﷺ جوتے مبارک اتارنے لگے تو غیب سے آواز آئی کہ اے محبوبﷺ جوتے سمیت عرش پر تشریف لے آئیں۔ شاعر تڑپ اٹھا شاعر اپنی تڑپ کو اس طرح شعری انداز میں بیان کرتا ہے۔ اس منظر کشی کا واقعہ انوکھے انداز میں پیش کیا ہے۔عرض کرتا ہے۔

جب قریب عرش پہنچے شافع روز جزا
تب خیال آیا کریں نعلین پاؤں سے جدا
تو غیب سے آئی ندا یہ قصد کیا ہے آپ کا
تم پہنے نعلین عرش پر آؤ مصطفیٰﷺ
کانپتا ہے عرش یہ تو طالب نعلین ہے
چوم لینے دو اسے نعلین کہ بے چین ہے
کی عرض مصطفیٰﷺ نے اے خالق جن وبشر
کیا سبب تھا طور پر جب تو ہوا تھا جلوہ گر
حکم تھا موسیٰ کو کریں نعلین پاؤں سے جدا
اور مجھے پہنے نعلین عرش پر بلوالیا
تو غیب سے آئی ندا اس بات پر بھی غور ہو
یا محمدﷺ تم کہاں موسیٰ کہاں، وہ اور تھے تم اور ہو

یا محمد ﷺ وہ نبی تھے تم پیغمبر بھی ہو اور محبوب بھی

وہ فقط طالب تھے تم طالب بھی ہو مطلوب بھی

یا محمد ﷺ وہ نبی تھے تم ہمارے نور ہو

بات اتنی ہے کہ تم خود ہی چراغِ طور ہو

عرش کی زینت تمہیں ہو مصطفیٰ ﷺ

فرشتے تو فرشتے خود خدائے پاک ہے کہتا

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجا بجمالہ

حسنت جمیع و خصالہ صلو علیہ و آلہ

حضور اکرم ﷺ کا معجزہ:

ایک یہودی جو نابینا تھا اس کی بیٹی رسول اللہ پر ایمان لا چکی تھی۔ یہودی نبی پاک ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ نبی پاک ﷺ کی مخالفت کرتا رہتا تھا۔ برا بھلا کہنا، گالی گلوچ (نعوذ باللہ) اس کا معمول تھا۔ اسکی بیٹی دیگر صحابیات کے ہمراہ محبوب خدا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ دینی تعلیمات حاصل کیں اور جاتی مرتبہ نبی پاک ﷺ کے جوتے مبارک کو جھاڑا۔ اور جو مٹی لگی ہوئی تھی اس کی پڑیا بنا کر گھر لے آئی اور اپنے باپ سے کہا کہ ہمارے شہر میں ایک ایسا طبیب آیا ہے، جس کے سرمے کی ایک سلائی سے ہی آنکھوں کی بینائی لوٹ آتی ہے۔ باپ نے پوچھا وہ کون طبیب ہے۔ مجھے بتلاؤ۔ اس طبیب کا نام بتاؤ۔ بیٹی نے گوارا نہ کیا کہ اگر میں نے نام بتلا دیا تو نبی پاک ﷺ کو برا بھلا کہے گا تو اس نے عرض کی کہ میں وہ سرمہ لے آئی ہوں۔ آپ آنکھوں میں سرمہ لگائیں۔ تو حضور ﷺ کا معجزہ، خاکِ شفاء کی ایک سلائی ایک آنکھ میں اور ایک سلائی دوسری آنکھ میں لگائی تو بینائی لوٹ آئی۔ نور اتر آیا۔ نابینے کو بینائی مل گئی۔ وہ بڑا خوش ہوا۔

جب بینائی مل گئی تو بیٹی سے اصرار کرنے لگا کہ مجھے اس حکیم کے پاس لے کر چلو۔ بیٹی کو پتا تھا کہ کافر ہے۔حضور اکرم کی خدمت میں نہیں جائے گا۔حضور اکرم ﷺ کا پتہ لگنے پر گالی گلوچ کرے گا۔باپ کے اصرار پر بیٹی نے طبیب کا نام بتا دیا۔جب باپ نے محبوب خدا ﷺ کا نام سنا تو آگ بگولہ ہو گیا۔کہنے لگا کہ اگر مجھے محمد ﷺ کی دی ہوئی نظر ملی ہے تو مجھے نہیں چاہیے۔وہ یہودی اپنی آنکھوں میں چھریاں مارتا ہے۔کہ مجھے یہ بینائی وارے میں نہیں ہے لہذا میں اسے ختم کر دیتا ہوں جب وہ چھریاں مارتا ہے تو بینائی اور تیز ہو جاتی ہے اور چھری کا وار بے اثر ہو جاتا ہے۔ حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔بیٹی کہتی ہے کہ ابا جان چھریاں نہ مارو۔پنجابی کے ایک شاعر سائیں سردار نے اس واقعہ کو اپنے شعری انداز میں اسطرح قلمبند کیا ہے۔

جیوں جیوں ماردا چھریاں۔تے چانن وددا جاوے
چانن وددا جاوے۔تے کم ہور پھیندا جاوے
ایہہ اکھاں جان کیوں قسمت مساں جاگی اے ستیاں دی
اینہاں وچ خاک پے گئی اے محمد ﷺ دیاں جتیاں دی۔

نابینے یہودی کو بینائی ملی تو بیٹی کے ہمراہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔

نبی رحمت ﷺ منبع جود وسخا

(عبدالرشید ساہی)

حکمت الٰہی نے اپنے حسین وجمیل محبوب ﷺ کو مبعوث فرمانے کے لیے جس سرزمین کو منتخب فرمایا وہ عرب کا خطہ تھا وہاں بسنے والے لوگ شکل وصورت میں تو انسان تھے مگر انسانیت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ کفر شرک، فسق وفجور، ظلم وستم، وحشت بربریت، جہالت اور اجڈ پن اس پر فقر وافلاس غرضیکہ کون سا عیب تھا یا کون سی گمراہی تھی جو ان میں بدرجہ اتم موجود نہ تھی۔ اور دنیا نے دیکھا کہ نبی رحمت ﷺ کے کردار کی برکت سے وہ کیا سے کیا بن گئے۔

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا۔

اگر صاحب قرآن کی تعلیم عرب کے اجڈ بدوؤں کو بنی آدم کے لیے باعث عزت وشرف بنا سکتی ہے اگر ان جاہلوں کو جو کہ ابجد خواں بھی نہ تھے بزم علم ودانش کا صدر نشین بنایا جا سکتا ہے اگر حرم کعبہ میں 360 بتوں کی پوجا کرنے والی قوم کے دل میں معرفت الٰہی کی شمع فروزاں ہو سکتی ہے تو ہمارے ظلمت کدہ تصورات کے لات ومنات اور ہبل کو کیوں ریزہ ریزہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے ظلمت کدہ حیات کو اس کی کرنیں کیوں منور نہیں کر سکتی۔ بخدا ہو سکتا ہے سب کچھ ہو سکتا ہے بشرطیکہ ہم صاحب قرآن کی ہدایت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوں اور ہمارا کاروان حیات اس شاہراہ ہدایت پر گامزن ہو جائے جو نبی رحمت ﷺ نے ہمارے لیے تجویز فرمائی ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں یہاں تک کہ اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے لیکن اللہ نے انسانیت پر اپنی کسی بھی نعمت کا احسان نہیں جتایا مگر جب اپنا محبوب دنیا میں بھیجا تو ارشادِ ربانی ہوا'' کہ ہم نے اپنا محبوب تم میں مبعوث فرما کر تم پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے'' آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمت اللعالمین کے لقب سے نوازا اور انسانیت کی اصلاح کے لیے آپ ﷺ کو وہ شریعت عطا فرمائی جو تکمیل شدہ ہے اور جس کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ یہ لاریب شریعت ہے۔ جہاں شریعت لاریب ہے وہاں نبی رحمت ﷺ بھی لا ریب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں وضاحت فرما دی کہ نبی ﷺ اپنی مرضی سے کوئی بات نہیں کرتا جب بھی بات کرتا ہے میری رضا سے بات کرتا ہے۔ تمام نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی مخصوص خطہ زمین میں نبی بنا کر روانہ کیا مگر اپنے محبوب ﷺ کو ساری انسانیت کے لیے منبع جود و سخا اور سایہ کرم بنا کر روانہ فرمایا اور پھر آپ کی عنایت کردہ شریعت کو تمام زمانوں اور قیامت تک کے لیے جاری و ساری فرما دیا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

عزیز بھائیو! بڑے ستم کی بات ہے کہ جس قوم کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا محبوب ﷺ اور آخری رسول روانہ فرمایا اس کی حالت یہ ہے کہ کوئی ایسی برائی یا جرم نہیں جو موجودہ معاشرہ میں پایا نہیں جاتا۔ اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کو نہیں اپنایا۔ آپ ﷺ کے کردار کو مدِنظر نہیں رکھا، تعلیم تو عام ہے لیکن ہم ابھی تک اتباعِ رسول ﷺ میں نہیں آئے۔ اسی وجہ سے ہر مقام پر مسلمان ہی پٹ رہے ہیں اگر ہم آج بھی صاحبِ قرآن کے کردار کو کما حقہ اپنائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمیں پھر سے زمانے کا اقتدار نہ ملے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں   یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

واقعہ معراج اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ اس کائنات کی جان ہیں۔

آپ ﷺ نے مردہ انسانیت کو نئی زندگی عطا فرمائی اور وہ تعلیم دی جو کہ انسانیت کی معراج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''اے محبوب ﷺ اعلان فرمادیں کہ اگر آپ چاہتے ہو کہ اللہ آپ سے محبت کرے تو میری اتباع کرو۔علامہؒ فرماتے ہیں۔

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے بزمِ ہستی میں تپش اسی نام سے ہے

اے درماندہ راہ قوم میری آپ سے ایک ہی گزارش ہے کہ اختلافی مسالک کے مذہب سے نکل کر آغوش اسلام میں آجائیں۔اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو پسند فرمایا ہے اور اس کا دامن بڑا وسیع ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے کہ مسجدیں تو میری ہیں۔مگر ہم نے مساجد کو اپنے اور مسلکوں کے حوالے کر دیا ہے امت واحدہ ٹولیوں میں بٹ گئی ہے ایسے میں جیسے قوم برادریوں اور قبیلوں میں تقسیم ہوگئی ہے۔ایسے ہی مسلمانوں پر مسلکوں کی چھاپ لگ گئی ہے بڑے افسوس کی بات ہے کہ جس قوم کا خدا ایک، رسول ایک، کتاب ایک اور یہاں تک کہ کلمہ مبارک ایک ہو اس کے پاس ٹکڑوں میں بٹ جانے کا جواز ہے؟۔مجھے تو آج تک کوئی سکالر یہ نہیں بتا سکا کہ نبی رحمت ﷺ کا مسلک کیا تھا۔اور اصحاب رسول ﷺ کا مسلک کون سا تھا۔ آیئے اختلافات کو بھلا کر آقائے رحمت للعالمین ﷺ کے محبت والے دین کے سایہ عافیت کی پناہ میں آجایئے۔یہی دین ہے جو کہ دین محبت ہے، دین رحمت ہے، دین صداقت ہے۔اللہ تعالیٰ نے فساد سے منع فرمایا ہے اور اس کو قتل سے بڑا جرم قرار دیا ہے۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

اللہ کریم اور رسول ﷺ کی محبت سب سے زیادہ ہو

(حافظ عبدالکریم)

انسان کو اللہ کریم اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کرنا فرض ہے۔ انسانی پیدائش کا مقصود بھی محبت ہے۔ یہی اس کا انجام ہے جس دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نہیں وہ جمادات اور نباتات سے بدتر ہے۔ اسی محبت کے حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مختلف عبادات اور اس پر فضائل مقرر کیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (سورۃ الذاریات : آیت:56)

ترجمہ: ''اور میں نے جن وانسان کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

عبادت کا مزہ اور لُطف نہیں آتا جب تک محبت دِل میں پیدا نہ ہو۔ محبت وعبادت باہم لازم وملزوم ہیں۔ بلکہ محبت عبادت سے افضل ہے۔ محبت سے ایمان مضبوط و مستحکم ہوتا ہے، یہی محبت اہل ایمان کی جان اور نشان ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ وہ خود فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (البقرہ:165)

ترجمہ: ''اور ایمان والے اللہ سے شدید محبت رکھنے والے ہیں۔''

دوسری آیت میں فرماتا ہے: يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

یعنی اللہ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں''۔

اور جناب سرورِ کائنات ﷺ نے اِسی محبت کو شرطِ ایمان فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں کوئی ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو سب سے محبوب اور پیارا نہ جانے۔''

نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہمارا ایمانی تعلق اس وقت تک استوار نہیں ہوسکتا جب تک اس ایمان کی بنیاد، اطاعت، اتباع اور محبت پر نہ ہو۔ اطاعت بلا محبت کے نفاق ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ کی محبت ہر مومن کو حاصل ہے، مگر اور زیادہ شدید ہونی چاہیے اور تمام چیزوں سے زیادہ ہونی چاہیے۔ بیوی کی، ماں باپ، بچوں کی، سب کی محبت اپنی جگہ ہو مگر سب سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت ہو۔ رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء اور صحابہ کرام اور اولیاء عظام اور علماء کی محبت بھی اللہ تعالیٰ کی محبت میں داخل ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور محبت پر منحصر ہے اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کا مدار صحابہ کرام اور دیگر اولیاء کی محبت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (سورہ آلِ عمران: 31)

ترجمہ: آپ ﷺ فرمایئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمانے لگے گا۔''

حضور نبی کریم ﷺ اپنی دُعا میں یوں ملتجی ہوا کرتے تھے:

''یا اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی محبت کا جو تجھے دوست رکھتا ہے اور ایسے عمل کا جو مجھے تیری محبت پہنچا دے۔ یا اللہ! تو اپنی محبت کو میرے واسطے زیادہ عزیز و پیارا بنا دے میری جان، میرے اہل و عیال اور ٹھنڈے پانی سے۔'' **(ترمذی)**

اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ دُعا کرتا رہے:

اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور تجھ سے محبت کرنے والوں کی محبت مانگتا ہوں اور تیری محبت کے قریب کرنے والے عمل کی محبت چاہتا ہوں'' ۔(مسند احمد)

ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اُسکے لئے کیا سامان کیا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ میں نے بہت روزے تو نہیں رکھے اور بہت نمازیں تو نہیں پڑھیں مگر مجھے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اللہ ﷺ

سے محبت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو اُس کے ساتھ ہے جس کو تو دوست رکھتا ہے۔''

سِرّی سقطیؒ فرماتے ہیں: قیامت کے روز جن پر محبتِ الٰہی غالب ہوگی اُن کو انبیاء کے نام سے پکاریں گے مثلاً ارشاد ہوگا کہ اُمتِ موسیٰ ! اے اُمتِ عیسیٰ ، اے اُمت محمدی ﷺ ! مگر اولیاء کو یوں ارشاد ہوگا۔ اے اولیاء! اللہ خدائے پاک کی طرف چلو اور اس وقت اُن کے دل مارے خوشی کے پھٹنے کے قریب ہونگے جس وقت اللہ کریم کو دیکھیں گے تو اپنی جان کو قربان کردیں گے۔ اور پھر اُن کو یوں ارشاد ہوگا کہ بلاحساب جنت میں جاؤ اور پھر ارشاد ہوگا کہ اب تم راضی ہو! اب تم راضی ہو! پھر وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ ہمیں کیا ہے کہ راضی نہ ہوں۔ اُس وقت انبیاء اور اولیاء اور شہداء کے سوا اور لوگوں کی یہ حالت ہوگی کہ ہر ایک پسینے میں غرق ہوگا اور شرمندہ۔ پھر اُن کو یوں ارشاد ہوگا کہ اب جاؤ۔ اُن لوگوں میں سے جنہوں نے تم سے محبت کی ہو یا خدمت کی ہو یا احسان کیا ہو، یا جس کو تمہارا جی چاہے جنت میں اپنے ساتھ لے جاؤ۔ پھر اولیاء ایسا ہی کریں گے۔ بے شک یہ محبت بہت عمدہ ہے۔ مگر اہل بصیرت کے نزدیک۔ اگر غور کیا جائے تو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی محبوب نہیں۔ اور نہ کوئی مستحق محبت ہے۔ اگر اس میں غور کیا جائے تو محبت کے چند سبب ہیں اور ان اسباب کی محبت جب دل پر غالب آجاتی ہے تو انسان اللہ تعالیٰ سے غافل ہوجاتا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اور چیزوں سے تو محبت کرے اور اللہ کے ساتھ نہ کرے، بے شک یہ اس کی جہالت ہے۔

انسان سب چیزوں سے بڑھ کر اپنے نفس کو محبوب اور دوست رکھتا ہے اور اس کا دوام وکمال وبقاء چاہتا ہے۔ نقصان سے نفرت کرتا ہے یہ باتیں ہر ایک زندہ چیز کی سرشت میں موجود ہیں اب میں پوچھتا ہوں کہ تمہیں کس نے پیدا کیا اور تمہاری حیات وممات کس کے قبضہ میں ہے اور مال، اولاد اور اسباب کس نے دیا ہے۔ اگر وہ تمہارا مال یا تمہیں ہلاک کرے تو کون بچا سکتا ہے اور تمہارا وجود کس کے ساتھ قائم ہے۔ اگر تم چشم بصیرت سے دیکھو تو نہ تم کسی چیز کے مالک ہو نہ اپنی جان کے بلکہ تمہاری جان کا قائم ہونا اس قیوم اور زندہ کے ساتھ ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے

کہ اپنے نفس سے محبت کرو اور اس پاک ذات کے ساتھ نہ کرو۔ اگر ایسا نہ کیا تو تم بے شک جاہل ہو۔ اس لئے کہ محبت ثمرۂ معرفت ہے۔ اگر معرفت نہ ہوگی تو محبت بھی نہ ہوگی۔ اگر معرفت ضعیف ہے تو محبت بھی ضعیف ہوگی۔ اس لئے حضرت حسنؓ فرماتے ہیں جو شخص اپنے ربّ کو پہچانے گا تو وہ اس سے محبت کرے گا۔ اور دنیا کو پہچانے گا تو اِس میں زُہد کرے گا۔

انسان اپنے نفس کے بعد اُس شخص سے محبت کرتا ہے جو اُس کے ساتھ مال سے سلوک کرے اور ہر طرح سے اس کی امداد کرے۔ جتنی غرضیں ہیں خواہ اس کے نفس کے ساتھ ہوں یا اولاد کے ساتھ، ان سب میں حصول کا ذریعہ ہو تو بے شک ایسا شخص محبوب ہوگا۔ یہ بات بھی یہی چاہتی ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی سے محبت نہ کی جائے۔ اگر انسان اللہ کو پہچانے گا تو جتنی ظاہری و باطنی نعمتیں ہیں سب اس سے جانے گا اور انسان کے احاطے سے باہر ہے کہ اس کی ہر نعمت کو جانے اور ہر ایک کا شکر ادا کرے۔ جو حضرات سنت نبی ﷺ پر چلتے ہیں وہ اللہ کے پاس مقبول ہوتے ہیں اور مخلوق کے نزدیک بھی ان کو مقبولیت حاصل ہوتی ہے، حتیٰ کہ غیر مسلموں میں بھی وہ مقبول ہوتے ہیں۔

بظاہر تو اسلام کے ان احکامات پر عمل کرنا بہت مشکل لگتا ہے، اس مشکل کو دور کرنے کا واحد علاج یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کی جائے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں آجائے گی تو یہ ساری مشکلات آسان ہو جائیں گی۔ کیونکہ محبت ہی وہ چیز ہے جو انسان کیلئے دشواریوں کو آسان بناتی ہے، مشکلات کو حل کرتی ہے اور محبت کے ذریعہ انسان بڑے سے بڑے سخت کام کرنے پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ''از محبت تلخہا شیریں شود'' یعنی محبت کے ذریعہ تلخ سے تلخ کام اور مشکل سے مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''

حالانکہ نماز ویسے تو مشقت ہی کا کام ہے لیکن وہ آسان اس لئے ہوگئی کہ اس کے اندر لطف آنے لگا اور اس کے اندر لذت حاصل ہونے لگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں موجزن

ہے اور اس محبت کے نتیجہ میں ساری مشقتیں آسان ہیں، رات کو اُٹھنا بھی مشکل نہیں، پھر صبح سویرے اُٹھنا بھی مشکل نہیں، پھر روزے رکھنا بھی مشکل نہیں پھر انسان کو اس مشقت میں بھی لذت آتی ہے کہ یہ مشقت میں اپنے محبوب کی خاطر برداشت کر رہا ہوں، جب آدمی یہ تصور کرتا ہے کہ یہ میں اپنے محبوب کی خاطر برداشت کر رہا ہوں تو اس مشقت میں بھی مزا آتا ہے تو سارے احکامات شریعت پر عمل کرنے کا آسان ترین نسخہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو جائے۔ گویا دین پر عمل کرنے کا آسان نسخہ ہے محبت پیدا کرنا اور محبت حاصل کرنے کا آسان ترین نسخہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات، اس کی ہدایات اور اس کے شعائر یعنی اس کے نام سے لگی ہوئی چیزوں سے محبت ہو۔ اللہ تعالیٰ سے محبت یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ کو محبوب ہیں ان چیزوں سے محبت کی جائے۔ جو چیز اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو وہ ہمیں محبوب ہو اور جو اللہ تعالیٰ کو مبغوض ہو وہ ہمیں بھی مبغوض ہو، یہی اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کی آگ دلوں سے دِلوں میں لگتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ ان کے دلوں کو ساتھ جوڑ لیا جائے جو اللہ کے عشق میں جل رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کی صحبت میں بیٹھنا، اس سے بھی اللہ کی محبت بڑھتی ہے۔ جو انسان اللہ کی عظمتوں کو پہچان لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کیے بغیر نہیں رہ سکتا، جس نے اللہ کی عظمت کو پہچانا وہ اللہ سے محبت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اخلاص

(مولانا امین احسن)

عبادت ہو یا اطاعت، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان میں سے قبولیت صرف اسی عمل کو حاصل ہوتی ہے جس میں اخلاص ہو۔ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ جو کام بھی کیا جائے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہی کیا جائے، اس مقصد کے سوا کسی اور غرض کا اس میں شائبہ بھی نہ ہو۔

لوگوں نے اس کی تعریف اگرچہ مختلف الفاظ میں کی ہے لیکن یہ اختلاف محض الفاظ کا ہے، مدعا سب کا ایک ہی ہے۔ ایک عارف نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ اطاعت میں مقصود اللہ وحدہ، کی ذات ہو۔ ایک اور بزرگ نے فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ آدمی اپنے عمل کو مخلوق کے خیال ولحاظ سے بالکل بالاتر رکھے۔ ایک اور عارف کا قول ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ آدمی کے اعمال ظاہر و باطن، دونوں میں بالکل یکساں ہوں۔ اسی طرح ایک اور بزرگ کا ارشاد ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ آدمی کی توجہ اس طرح اللہ کی طرف ہو جائے کہ وہ اپنے عمل میں خلق کے لحاظ و خیال سے بالا ہو جائے۔ فضیل کا قول ہے کہ لوگوں کے خیال سے عمل کو چھوڑ دینا ریا ہے، کرنا شرک ہے، اخلاص یہ ہے کہ آدمی ان دونوں فتنوں سے محفوظ رہے۔ یہ اقوال علامہ ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ کی مدارج السالکین سے ماخوذ ہیں۔

احادیث سے بھی اخلاص کی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اعمال کا انحصار نیت پر ہے۔ ہر آدمی کے سامنے اس کی نیت ہی آئے گی۔ جس کی ہجرت اللہ اور

اس کے رسول کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے شمار ہوگی اور جس کی ہجرت کسی دنیوی مقصد کے لئے ہوگی، جس کو وہ حاصل کرنا چاہتا ہے، یا کسی عورت کی خاطر ہوگی، جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی ہجرت اسی مقصد کیلئے ہے۔

(صحیح البخاری : کتاب الایمان باب 39)

حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بہادری کی نمائش کے لئے جنگ کرتا ہے، ایک شخص مجرد حمیت کے تحت جنگ کرتا ہے، ایک شخص محض دکھاوے کے لئے جنگ کرتا ہے، ان میں سے کس کی جنگ اللہ کی راہ میں ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستہ میں اس شخص کی جنگ ہے جو اس مقصد کیلئے جنگ کرے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو۔(صحیح مسلم : کتاب الامارۃ باب 42)

اسی طرح ایک اور مشہور حدیث ہے، جس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ سب سے پہلے تین قسم کے لوگوں پر دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ ایک قرآن کے وہ قاری جو قاری کہلانے کے لئے قرآن پڑھتے ہیں، دوسرے وہ مجاہد جو بہادر کہلانے کیلئے جہاد کرتے ہیں، تیسرے وہ صدقہ کرنے والے جو اس لئے صدقہ کرتے ہیں کہ لوگوں میں ان کی داد و دہش کی دھوم ہو۔

(صحیح مسلم : کتاب الامارۃ باب 43)

جو حقیقت ان احادیث میں واضح کی گئی ہے، غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اخلاص کی یہی اہمیت و حقیقت قرآن مجید میں بھی بیان ہوئی ہے:

ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ وہ اللہ ہی کی بندگی کریں، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ، بالکل یکسو ہو کر۔ (البینۃ 5:98)

تو تم اللہ ہی کی بندگی کرو، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ۔ یاد رکھو کہ اطاعت خالص کا سزاوار اللہ ہی ہے۔ (الزمر 39:3-2)

پیغمبر ﷺ کی زبان سے اعلان کرایا گیا: کہہ دو کہ میں تو اللہ ہی کی بندگی کرتا ہوں، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ۔ سو تم اس کے سوا جس کی چاہو بندگی کرو۔ (الزمر 39:15-14)

تمام عبادات و اطاعت کی روح اسی اخلاص کو قرار دیا گیا:

کہہ دو میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کیلئے ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اور مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں تم میں پہلا مسلم ہوں۔ (الانعام 163:2-162)

اس اخلاص کے لئے جہاں یہ بات ضروری ہے کہ آدمی کا عمل صرف اللہ کے لئے ہو وہیں یہ بات بھی ضروری ہے کہ اس کا عمل اللہ کے حکم اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق ہو۔ یہ چیز اخلاص کی فطرت کا لازمی تقاضا ہے۔ اگر کوئی شخص کام نہایت اخلاص کے ساتھ اللہ ہی کیلئے کرے، لیکن اس کا وہ کام اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ہو تو اس کا یہ اخلاص بے معنی، بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی توہین ہے۔ اس کا طرزِ عمل یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ اللہ کی پسند و ناپسند کو خود اللہ اور رسول سے زیادہ سمجھنے کا زعم رکھتا ہے اور یہ زعم غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ گھمنڈ اور شرک، دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔ اس وجہ سے کوئی عمل جو اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے خلاف ہو، وہ اخلاص کا عمل نہیں قرار پا سکتا، اگرچہ وہ کتنے ہی مخلصانہ طور پر انجام دیا جائے۔

فضیل بن عیاض کا ایک قول سننے اور سمجھنے کے قابل ہے۔ ان سے بہترین عمل کی حقیقت پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ بہترین عمل یہ ہے کہ وہ خالص اور بے لوث بھی ہو اور درست بھی۔ جب اس کی مزید تشریح ان سے چاہی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر عمل درست ہو، لیکن خالص نہ ہو جب بھی وہ قبول نہیں ہوتا۔ اللہ کے ہاں قبول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ عمل خالص بھی ہو اور درست بھی۔ پھر انہوں نے خالص کی تشریح فرمائی کہ وہ صرف اللہ کے لئے ہو۔ اور درست کی یہ تشریح فرمائی کہ وہ سنت کے مطابق ہو۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں چند آیتیں پڑھیں۔

اگر کوئی عمل اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف مجرد اخلاص کی بنا پر اللہ کے ہاں قبولیت کا درجہ حاصل کر سکتا تو رہبانیت کا نظام اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور قبولیت کا درجہ پاتا ، اس لئے کہ جن لوگوں نے اس نظام کو ایجاد کیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے اخلاص کا حوالہ دیا ہے، لیکن ان کے اس اخلاص کے حوالہ کے باوجود انکی اس ایجاد کو بدعت اور باطل قرار دیا۔

بعض لوگوں کو یہ بات کھٹکتی ہے کہ اگر ایک آدمی بھلائی کے کام کرے، لیکن وہ اللہ کے لئے نہ کرے یا اللہ کے ساتھ اس میں دوسروں کو بھی شریک کرے تو آخر اس کے وہ عمل اللہ کے ہاں قبولیت سے کیوں محروم رہتے ہیں، کام تو اس کے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ قرار دیے گئے ہیں؟ جن لوگوں کو یہ بات کھٹکتی ہے وہ دین کی ایک بنیادی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اچھائی اور بھلائی کے کاموں کا محتاج نہیں ہے کہ جو لوگ بھلائی کا کوئی کام کر دیں، خواہ وہ اس کے لئے کریں یا کسی اور کے لئے ، خواہ وہ اس کو اس کے حکم کے مطابق کریں یا اس کے خلاف، وہ ان کا ممنون کرم ہو جائے کہ ان لوگوں نے اس پر یا اس کی دنیا پر کوئی احسان کر دیا ہے، اس وجہ سے اس پر لازم ہو گیا ہے کہ وہ ان کی بھلائیوں کی قدر کرے اور ان کا بدلہ دے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی اور بدی، دونوں سے بالکل بے نیاز ہے۔ وہ اگر چاہے تو اپنی ساری دنیا کو صرف فرشتوں ہی سے بھر دے، اس کے اندر کوئی برائی کرنے والا سرے سے رہ ہی نہ جائے اسی طرح اگر وہ چاہے تو ہر آدمی کو اتنا نیک بنا دے کہ اس سے کسی شر کا صدور سرے سے ہو ہی نہیں لیکن اختیار اور قدرت کے باوجود اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو صرف نیکی اور بھلائی ہی مطلوب نہیں ہے، بلکہ اصل چیز جو مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ لوگ بھلائی کے کام صرف اس کی رضا کے لئے کریں اور اس کے حکموں کے مطابق کریں۔ اس وجہ سے جو نیکی مذکورہ شرطوں کے ساتھ کی جاتی ہے اس کی تو اس کے ہاں بڑی قدر ہے، خواہ کتنی ہی چھوٹی ہو اور وہ اس کا اجر دیتا ہے، لیکن جس نیکی میں کسی اور شائبہ کی ملاوٹ ہو جاتی ہے، اس کا اس کے ہاں کوئی

اجر نہیں ہے۔ وہ اس طرح کی نیکی کرنے والوں سے کہتا ہے کہ اس کا اجر اس سے لو جس کیلئے تم نے یہ نیکی کی ہے۔ احادیث میں یہی حقیقت اس طرح واضح کی گئی ہے۔ ایک حدیث قدسی ہے:

میں ساجھے کے تمام شریکوں سے زیادہ بے نیاز ہوں۔ پس جس نے میرے لئے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ اس نے کسی دوسرے کو بھی شریک کرلیا تو میں اس سے بری ہوجاتا ہوں اور وہ عمل اسی کے لئے ہو جاتا ہے جس کو اس نے میرے ساتھ شریک کیا۔

(سنن ابن ماجه : كتاب الزهد باب 21)

جب آخرت میں ایسے لوگ اجر کے طالب ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ:

جاؤ اس سے تم اپنے عمل کا معاوضہ لو جس کے لئے تم نے یہ کام کیا ہے۔ ہمارے ہاں تمہارے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔

یہ شریک کوئی بت اور صنم بھی ہو سکتا ہے، خاندان اور قبیلہ بھی ہو سکتا ہے، قوم اور وطن بھی ہو سکتے ہیں، شہرت، دکھاوے اور نفس کی دوسری خواہشیں بھی ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے جو چیز بھی ہو وہ اخلاص کی ضد ہے اور وہ انسان کے عمل کو عنداللہ باطل کر دیتی ہے۔

اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ کوئی مخلص مسلمان اپنے خاندان یا قبیلہ، قوم اور وطن کے لئے کوئی کام کر ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے خاندان اور قبیلہ، قوم اور وطن کے حقوق و فرائض خود نہایت تفصیل کے ساتھ متعین کر دیے ہیں اور ہر مسلمان پر یہ واجب کر دیا ہے کہ ہر شخص ان حقوق و فرائض کو اللہ کی رضا کے لئے اور اس کے احکام کے مطابق ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بڑا اجر ہے اور اس کا وہ کام جو اللہ کے لئے نہ ہو تو وہ نری دنیاداری ہے، اگر چہ وہ، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، بظاہر جہاد ہی کیوں نہ ہو۔

غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس اخلاص کے ہونے یا نہ ہونے سے عمل کی فطرت میں بڑا تغیر واقع ہو جاتا ہے۔ فرض کیجئے ایک ماں کی مامتا بچے کے لئے ہر شبہ سے بالاتر چیز ہے، لیکن اگر

وہ اپنی مامتا کے جوش میں یہ کرے کہ بچے کی بیماری میں اس کو وہ سب کچھ کھلاتی جائے جس کے لئے بچہ ضد کرے، ڈاکٹر کی ہدایات کی وہ کوئی پرواہ نہ کرے تو اس مامتا کے باوجود اندیشہ ہے کہ وہ بچے کی جان لے کر رہے گی۔

اسی طرح فرض کیجیے ، ایک شخص ہے جو کام تو اچھے کرتا ہے لیکن ان کاموں میں اس کے سامنے صرف اللہ ہی کی رضا جوئی کا نصب العین نہیں ہے، بلکہ اللہ کے سوا کوئی اور نصب العین ہے تو لازمی طور پر وہی نصب العین اس کے لئے حق او رباطل، پسند اور ناپسند، خیر اور شر کے لئے معیار بن جائے گا۔ آگے چل کر یہ اس کی ہر بھلائی کو برائی کی شکل میں تبدیل کردے گا۔ وہ اپنے قبیلہ اور اپنی قوم کے لئے اچھے اچھے کام کرتے کرتے بالآخر اس فلسفہ تک پہنچ سکتا ہے کہ میری قوم، خواہ حق پر ہو، یا باطل پر، یہ فلسفہ بالآخر اس کو ہٹلر اور مسولینی بنا سکتا ہے۔ یہ صرف اللہ کی رضا جوئی کے نصب العین ہی کا خاصا ہے کہ وہ انسان کو کبھی بھٹکنے نہیں دیتا۔ یہ نصب العین انسان کو ایک جہانی اور آفاقی نقطۂ نگاہ دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے سامنے ہمیشہ ذات، اپنی قوم اور اپنے ملک کی بہبود کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت کا ہمہ گیر پروگرام رہتا ہے۔

اسی وجہ سے اسلام میں اللہ کے سوا کسی اور چیز کو پسند اور ناپسند کا معیار قرار دینا حرام قرار پایا۔ اسی حقیقت کو اخلاص کہتے ہیں۔ یہی اخلاص عقیدہ توحید کی جان اور روح ہے، اور یہ عقیدۂ توحید تعلق باللہ کا بنیادی پتھر ہے۔

باباجی کا سالانہ دورہ ملتان

(محمد فیصل خان)

اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑھ کر اپنے بندوں پر مہربان ہے حلیم ہے درگزر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے بندے آخرت کے دائمی عذاب سے بچ جائیں۔ اسی کی رحمت لازوال کا مظہر انبیاء کرام ہیں۔ جو ہر دور میں خلق خدا کو اللہ کے پیغام پہنچاتے رہے اوران کو آداب خود آ گاہی سکھاتے رہے۔ سرور کائنات ﷺ پر یہ سلسلہ نبوت و رشد و ہدایت دائمی طور پر ختم ہو گیا۔ مگر انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ تو جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا تو اب یہ ذمہ داری اولیاء اللہ کو سونپ دی گئی۔

ولی اللہ یعنی اللہ کا دوست بہت بڑا درجہ ہے اور اس سے بڑی ذمہ داری ہے یہ وہ جماعت ہے جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی رضا، انکی اتباع اور محبت میں زندگی گزار دیتے ہیں۔ مرشد کا لفظ قرآن میں بھی آیا ہے جس کے معنی ہیں راہ بتانے والا حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جس کا کوئی رہبر نہیں اسکا رہبر شیطان ہے۔ اللہ نے جس طرح دنیا میں درجات رکھے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی درجات ہیں۔ جنت اور جنتیوں کے بھی درجے ہونگے۔ ایمان کی حالت میں فرائض کی ادائیگی سے یقیناً جنت مل جائے گی اس کے لئے بیعت یا مرشد کی ضرورت نہیں لیکن اگر اللہ کا قرب وعرفان، روحانی طاقت اور آخرت میں اعلیٰ مدارج چاہئیں تو مرشد کی ضرورت ایسی ہی ہے جیسے ہمیں زندہ رہنے کے لئے ہوا کی۔ سلوک کا راستہ کامل مرشد کے بغیر ایک قدم بھی طے نہیں کیا جا سکتا۔ نفس اور شیطان انسان کو بیخ کر مارتے ہیں۔ ولی کامل حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد صرف ایسے ہی لوگوں کیلئے رکھی ہے جو اللہ سے سچی محبت رکھتے ہوں اور فقط اللہ کے قرب وعرفان کیلئے بیعت ہوں۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب

محمد یعقوب صاحب اسی نور وہدایت کو پھیلانے کے لئے کوشاں ہیں جس کی داغ بیل قبلہ انصاری صاحب نے رکھی تھی۔ آپ نے یقیناً مختصر سے عرصے میں قبلہ انصاری صاحبؒ کا رنگ سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں اجاگر کردیا ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ اپنے روحانی مرشد مولانا رومؒ کے بارے میں فرماتے ہیں

راز معنی مرشد رومی کشود فکر من بر آستانش در سجود

(مجھ پر معنوی اسرار مرشد رومی نے کھولے اور میری فکر ان کے آستاں پر سجدہ ریز ہے)

سلسلہ عالیہ توحیدیہ روشن خیال اور موجودہ دور کے مطابق حکمت وتصوف کی تعلیم دے رہا ہے۔ اس تعلیم کا کوئی بھی پہلو قرآن و حدیث سے متصادم نہیں بلکہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔ بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ ایک بیدار مغز ولی کامل تھے۔ آپ روایتی پیری فقیری کے قائل نہیں تھے۔ آپ نے پریکٹیکل زندگی گزاری۔ برٹش آرمی میں بطور ٹرانسلیٹر اور قیام پاکستان کے بعد پاکستان ایئر فورس میں بطور لائبریرین ملازمت کی۔ موجودہ شیخ قبلہ محمد یعقوب صاحب بھی Air Force میں جاب کرتے تھے۔ آپ امریکہ میں 5 سال تک مقیم رہے۔ بعد میں PIA میں اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ بانی سلسلہ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد ہی پڑھے لکھے نوجوانوں کے لئے رکھی جو شعوری طور پر سلسلہ میں شامل ہوں۔

قبلہ محمد یعقوب صاحب 28 اکتوبر بروز جمعۃ المبارک کو شیخ اکرم صاحب کے ہمراہ دوپہر کو ملتان پہنچے۔ خالد بخاری صاحب اور محمد قاسم صاحب اور دیگر بھائیوں نے امین شاہ صاحب کی رہائش گاہ پر آپ کا استقبال کیا اور فرداً فرداً ملاقات کی۔ ابتدائی ملاقات کے بعد باباجی آرام کیلئے چلے گئے۔ بعد نماز عصر بھائیوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ حال احوال ہوتا رہا۔ اذان مغرب کی صدا بلند ہوئی۔ نماز کے بعد بھائی کثیر تعداد میں حلقہ ذکر کے لئے اکٹھے ہو چکے تھے۔

محفل ذکر کے بعد تین بھائیوں نے باباجی کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ غفار بھائی مرحوم کے بیٹے مزمل غفار نے باباجی سے بیعت کی۔ باباجی نے خود پیسے دے کر مٹھائی منگوائی۔ عشاء کی نماز کے بعد طعام تیار تھا۔ کھانے کے بعد تمام بھائی باباجی کے اردگرد بیٹھ گئے

اور پیار و پریم کا سلسلہ شروع ہو گیا ۔ شجاع آباد سے بھائی عابد کبیر شاہ دیگر بھائیوں کے ہمراہ باباجی کو ملنے کے لئے تشریف لائے ۔ وقتاً فوقتاً امین شاہ صاحب کا بیان بھی جاری رہا ۔ جس سے باباجی اور بھائی محظوظ ہوتے رہے ۔ رات گئے محفل اختتام پذیر ہوئی ۔

29 اکتوبر کی صبح قاسم صاحب کے گھر پر ناشتے کا اہتمام تھا ۔ ناشتے کے بعد بھائیوں نے باباجی سے خوب گپ شپ کی ۔ دوپہر کو راقم الحروف باباجی کو اپنے گھر لے گیا ۔ جہاں پر ملنے کیلئے لوگ آئے ہوئے تھے ۔ اپنے اپنے مسائل کیلئے دعا کی درخواست کرتے رہے ۔ عصر کے بعد باباجی حافظ عبدالکریم صاحب کی رہائش گاہ پر گئے ۔ جہاں پر خواتین کے حلقہ ذکر کا پروگرام تھا جو مغرب تک جاری رہا ۔ مغرب کے بعد بھائیوں کا حلقہ ذکر ہوا باباجی نے سلسلہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد بیان کئے ۔

30 اکتوبر کی صبح بھائی شہزاد محمود اور فہد محمود کے گھر ناشتے کا اہتمام تھا بعد ازاں باباجی دین پور چلے گئے ۔ جہاں خواتین سے بیان فرمایا ۔ دوپہر کا کھانا بھائی محمد اکرم کے گھر پر تھا ۔ پھر آپ نے آرام فرمایا ۔ بعد نماز مغرب دین پور میں حلقہ ذکر ہوا جس میں نوجوانوں کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی ۔ ذکر کے بعد باباجی کے بیان اور سوال و جواب کا سیشن ہوا ۔ حافظ عبدالکریم صاحب نے اپنی پرسوز آواز میں نعت رسول پاک ﷺ پیش کی ۔ اگلے روز باباجی بھائی عبداللہ شاہ ،غلام محمد شاہ کے ہمراہ لسوڑی تشریف لے گئے ۔

باباجی مختلف محافل میں جو گفتگو بھائیوں سے فرماتے رہے اس کا احوال مندرجہ ذیل ہے ۔

سب سے پہلے اپنے اخلاق کی اصلاح کرو ۔ اپنی کمی نوٹ کرو اور دیکھو کہ اس وقت یہ بات کرنی چاہیے یا نہیں ۔ ابھی سے یہ عادت ڈالو زندگی کے آخری حصہ تک یہ کرنا پڑتا ہے ۔ مکمل انسان بننا بہت مشکل ہے ۔ ایک دفعہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے فرمایا کہ مکمل انسان ولی اللہ سے زیادہ مقام رکھتا ہے ۔ یہ اس لئے کہا کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہے ۔ آپ ﷺ کی تعلیمات ہی ایسی ہیں کہ اگر انسان ان پر عمل کرے تو اس کا

اخلاق اعلیٰ ہو جاتا ہے اور وہ مکمل انسان بن جاتا ہے۔

اخلاق اتنا ضروری شعبہ ہے کہ زندگی کے آخری وقت تک اپنی اصلاح کرنی پڑتی ہے ایک دوسرے سے معاملات کے علاوہ اپنے چال چلن، رفتار گفتار کو نوٹ کر کے حضور ﷺ کی تعلیمات کے مطابق کرنا پڑے گا۔ پھر جا کر مکمل انسان بنے گا۔ گناہ کبیرہ سے تو بچنا ہی پڑے گا۔ یہ تو تمام مسلمانوں کے لئے بھی لازم ہے۔ آپ لوگ تو سلسلہ عالیہ میں مومن بننے کیلئے ولی اللہ بننے کے لئے بیعت ہوئے ہیں۔ آپ کو تو ایڈیشنل اپنی معمولی سے معمولی غلطی کو بھی نکالنا پڑے گا پھر آپ مومن بنیں گے۔ جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے کہ کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں غم نہیں کھاؤ تم ہی کامیاب ہو گے شرط یہ ہے کہ اگر تم مومن ہوئے۔ اگر مومن بن گئے تو کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ ایسا کرنے کے لئے آپ خود اپنے اخلاق کا محاسبہ کیا کریں۔ کسی کو کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ سال کتنی جلدی گزر جاتا ہے ابھی کل کی بات لگتی ہے جب میں یہاں آیا تھا۔ آج سال کے بعد میں آیا ہوں۔ زندگی کا یہی حال ہے۔ قیامت کا بھی یہی حال ہے۔ اللہ نے قرآن میں جہاں بھی قیامت کا ذکر کیا ہے فرمایا ہے کہ "قیامت بالکل قریب ہے"۔ ایک جگہ پر ارشاد ہے کہ " کیا پتہ کہ قیامت بالکل قریب آ ہی گئی ہو"۔ وقت ایسے ہی گزرتا ہے پتہ نہیں چلتا وقت گزر جاتا ہے اور انسان پھر پچھتاتا ہے۔ وہاں سب سے زیادہ افسوس جو جنتی لوگوں کو ہوگا وہ اپنی نیکیوں کو جب دیکھیں گے کہ کئی معمولی معمولی بات پر اتنا اجر ملا ہوگا کہ وہ پچھتائیں گے کہ کاش ہم نے اور زیادہ نیکیاں کی ہوتیں اول تو جنتوں میں پریشانی والی بات نہیں ہوگی لیکن دوسروں کو دیکھ کر کہیں گے کاش ہم نے بھی یہ نیکی کی ہوتی۔ ایک حور اپنے ساتھی کے ساتھ باتیں کر رہی ہوگی وہ آدمی دیکھے گا کہ اس کا دوسرا ساتھی اس سے اوپر کے مقام پر ہے۔ وہ پوچھے گا کہ اس کی کیا وجہ ہے تو حور کہے گی کہ اس نے صرف تم سے ایک دفعہ سبحان اللہ زیادہ کہا تھا جس کی وجہ سے وہ اوپر چلا گیا۔ اس لئے صحابہ کبارؓ اپنی زندگی میں نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ میں توحیدی ہوں میں ایک اللہ کا ماننے والا ہوں جو ذات وصفات ہر لحاظ سے بے مثل ہے۔ یہ ہمارا بنیادی عقیدہ ہے۔ سلسلہ میں آنے سے پہلے چند بنیادی باتیں ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمان ہونا چاہیے اس کے لئے شریعت پر عمل لازم ہے۔ اگر شریعت پر عمل نہیں کیا تو وہ فقیر تو کیا مسلمان ہی نہیں ہے۔ پانچ وقت کی نماز وقت کی پابندی کے ساتھ ہر مسلمان عاقل وبالغ مرد وعورت پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرض کی ہے۔ سال میں ایک مہینے کے روزے فرض ہیں۔ اگر صاحب نصاب ہے تو سال میں ایک دفعہ اپنے مال سے زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے استطاعت دی ہے تو پوری زندگی میں ایک دفعہ حج کرنا فرض ہے۔ اور اگر موقع مل جائے یا ایسا وقت آجائے تو جہاد میں پہل کرنا مسلمان پر فرض ہے۔ یہ اسلام کے ارکان ہیں۔ ان میں سے اگر کسی ایک پر بھی عمل نہ کیا جائے تو اسلام مشکوک ہو جائے گا۔ مثلاً نماز کے بارے میں تمام آئمہ نے کہا ہے کہ جو ایک وقت کی نماز جان بوجھ کر چھوڑے گا وہ کافر ہے۔ اور کافر واجب القتل ہے۔ وہ مرتد ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک اس کی سزا یہی ہے۔ صرف امام ابوحنیفہؒ امام اعظم ہیں اور ہم جن کے مقلد ہیں وہ کہتے ہیں کہ بے نمازی کافر نہیں ہوتا مگر کفر کر لیتا ہے۔ اور اس کو قید کرنے کا حکم دیا ہے جو ایک وقت کی نماز جان بوجھ کر چھوڑ دے۔

جب آپ الحمدللہ مسلمان ہیں اور شریعت پر کاربند ہیں اور پھر اونچا مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پھر مزید کام کرنا پڑے گا۔ جنت تو دل کی گہرائیوں سے ایک دفعہ اللہ کہنے سے ہی مل جاتی ہے۔ لیکن جنتیوں کے درجات ہیں۔ ان بلند مقامات کو پانے کے لئے بزرگ لوگ ذکر و اذکار بتاتے ہیں۔ ہمارے سلسلے میں دو طرح کا ذکر بتایا جاتا ہے۔ ایک کلمہ کا ذکر ہے جس کو نفی اثبات کہتے ہیں۔ اس کے دو حصے ہیں ایک نفی دوسرا اثبات یعنی ایک کچھ بھی نہیں دوسرا اللہ ہے لا الٰہ (کچھ بھی نہیں) الا اللہ (اللہ ہے)۔ یہ ذکر ہر ہفتہ بھائی مل کر حلقے ذکر کرتے ہیں۔ روزانہ کم از کم ایک تسبیح ساری زندگی کرنی پڑے گی۔

دوسرا ذکر پاس انفاس ہے ۔ پاس انفاس کا مطلب ہے سانسوں کا خیال رکھنا ۔ کوئی سانس بغیر اللہ کی یاد کے نہ اندر آئے نہ باہر جائے ۔یعنی سانسوں کا پاس رکھنا۔ یہ قرآن حکیم کے عین مطابق ہے ۔یہ ایسے ہی بزرگوں نے نہیں بتایا ۔ **وذکر ربک فی نفسک** والی آیت اپنے اللہ کو یاد کرو عاجزی اور خوف کے ساتھ بغیر آواز نکالے دل میں صبح وشام اور غافلوں میں سے مت ہونا ۔اللہ کو ایسے یاد کرو کہ کوئی لمحہ بھی اللہ کی یاد کے بغیر نہ جائے ۔شروع میں خوب محنت کرنی پڑے گی ۔پھر عادت ہو جائے گی ۔وہ وقت آئے گا کہ دل بیاد دوست با کار۔ آپ دماغی کام بھی کرینگے پھر بھی اللہ کو نہیں بھولیں گے ۔دل اپنا کام کرتا رہے گا اور آپ اپنا کام ۔یہ دو قسم کے ذکر ہیں ۔

ایک ہزار مرتبہ کوئی بھی درود شریف (چھوٹا سا)24 گھنٹوں میں پڑھنے کا کہتے ہیں۔ ایک ہی نشست میں پڑھ لیں یا ہر نماز کے بعد پڑھ لیں ۔ پیار اور دھیان کے ساتھ پڑھیں تو 20 سے 25 منٹ لگتے ہیں ۔ یہ ٹوٹل ذکر اذکار ہیں جو ہم بتاتے ہیں ۔ یہ سارا کچھ کرنے سے انسان کے اندر گرمی اور پیار بھرتا ہے ۔

ذکر کے ساتھ مجاہدہ بھی کرنا پڑتا ہے ۔دو کام بالکل چھوڑ دیتے ہیں ایک غصہ اور دوسرا نفرت نفرت کا جہاں تک تعلق ہے ہم دعوی کرتے ہیں کہ ہم کو اللہ سے پیار ہے محبت ہے ۔نفرت آدمی کسی انسان سے کرتا ہے جو اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق ہے ۔یہ ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم جس سے پیار کرتے ہیں اسی کی بنائی ہوئی چیز سے نفرت کریں ۔اس لئے نفرت تو ہے ہی سرے سے بدتمیزی۔ جہاں تک غصہ کا تعلق ہے یہ فطری جذبہ ہے یہ بالکل ختم کبھی بھی نہیں ہوتا لیکن اس کو اس حد تک کنٹرول کیا جا سکتا ہے کہ جب چاہے جتنا چاہے اور جس پر چاہے اتنا ہی غصہ کرے ۔ جتنا ضرورت ہو اس سے زیادہ بالکل نہیں ۔کنٹرول اتنا ہونا چاہیے ۔یہ ہو سکتا ہے اور یہ بالکل ممکن ہے کئی مثالیں ہیں ۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ میں ایک یہودی کو اٹھا کر پچھاڑا اور اسے قتل کرنے کیلئے تلوار نکال لی تو اس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا ۔آپ نے اسے چھوڑ دیا اور کھڑے ہو گئے ۔آپ اندازہ کریں کہ وہ اس وقت کتنے غصے میں ہوں گے قتل کرنے کے وقت لیکن آپ نے اتنا کنٹرول کیا کہ اسے فوراً چھوڑ دیا یہودی بھی حیران ہو گیا کہ کیا ہو گیا ۔پوچھا یہ کیوں تو

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں آپ کو صرف اللہ کے لئے قتل کرنا چاہتا تھا۔اب تو نے میرے منہ پر تھوک کر مجھے انتقام لینے پر مجبور کر دیا ہےاور میں انتقام نہیں لیتا۔وہ یہودی اتنا متاثر ہوا کہ اسی وقت مسلمان ہوگیا۔تو یہ کنٹرول ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ آپ غصہ کو اتنا کنٹرول کر لیں۔ غصہ چھوڑنا پڑے گا۔غصہ نفرت یہ دو چیزیں چھوڑنے والی ہیں۔دو چیزیں پکڑنی ہیں یعنی ان پر عمل کرنا ہے ایک محبت اور دوسرا صداقت۔محبت ایسی کہ ہر کسی سے عالمگیر محبت کرو۔کسی کو برا مت سمجھو کسی کے کام آسکو تو ضرور آؤ۔پہل کرو جلدی کرو کام کرنے میں۔اللہ کی مخلوق سمجھ کر سب سے پیار کرو حضورﷺ نے فرمایا کہ مسکرانا بھی صدقہ ہے اگر سب مسکرا کر صدقہ نچھاور کرنا شروع کر دیں تو سب آپس میں بھائی ہو جائیں گے اور پورا معاشرہ سدھر جائے گا۔لیکن پیار میں شیطان کبھی کبھی غلط کام بھی کروا سکتا ہے۔اس غلط کام کو روکنے کیلئے سچائی اور حق کا دامن پکڑنا ہےاور ایسے وقت جب ان دونوں یعنی محبت اور صداقت کا مقابلہ آ جائے تو وہاں محبت کو صداقت پر قربان کر دیں۔پھر ایسے موقع پر سچ کہنا ہےاور سچ کرنا ہے۔محبت کی بجائے صداقت کا ساتھ دینا ہے۔یہ ہماری ساری تعلیم ہے۔ہمارا کوئی دشمن نہیں سب ہمارے دوست ہیں۔ہم اللہ سے پیار کرتے ہیں اور اسے حاصل کرنے کیلئے ہمارے استاد نے جو ہمیں تعلیم دی ہے اس پر عمل کرتے ہیں

یوم محشر معاملہ اتنا آسان نہیں ہوگا اللہ اچھے اور برے لوگوں کو علیحدہ کر دیں گے جیسے چھاننی سے قطرے نچوڑ کر الگ کر دیئے جاتے ہیں۔بہت سخت وقت لیکن مومنوں پر بالکل سخت نہیں ہوگا۔کوئی تکلیف نہیں کوئی غم اور فکر نہیں ہوگا۔ایک دوسرے سے باتیں بھی کریں گے کہ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں کامیاب کر دیا بہت خوش ہوں گے اور ایک سائیڈ پر چلے جائیں گے لیکن جو برے لوگ ہوں گے وہ وہاں بھی ایک دوسرے کو Blame کر رہے ہوں گے۔ان ساری باتوں کو ذہن میں رکھنا چاہئے اور قیامت کو بھی آپ لوگوں کو اس زمانے میں اتنی آسان تعلیم ملی ہے کہ آسانی سے عمل کیا جا سکتا ہے پرانے سالوں میں بہت زیادہ ذکر و اذکار کروائے جاتے تھے۔ہمارے باباجی نے تو کہا کہ ہمیں آپ کا وقت نہیں چاہئے صرف جو وقت آپ کا بیکار ہو اس میں اللہ اللہ شروع کر دیں۔چلتے پھرتے اللہ کا ذکر کریں۔گھر سے کالج

تک یا دفتر تک جا رہے ہیں ادھر اُدھر دیکھنے کی بجائے اللہ کا ذکر شروع کر دو ۔اس وقت کو کار آمد کر لو۔خوب محنت سے پڑھو یا دفتر میں یا دو کان کا کام کرو مگر جب واپس آؤ تو اللہ کی یاد دل میں بسالو ایک شکاری کی طرح فرصت کے لمحات کی تلاش میں رہو اسطرح ایک تڑپ پیدا ہو جائے گی گفتگو کے بعد ایک بھائی بابا جی سے بیعت ہوئے اور تین بھائیوں نے تجدید بیعت کی روایت کے مطابق مٹھائی تقسیم کی گئی دین پور کے بھائی سعید احمد نے مٹھائی تقسیم کی بابا جی بتانے لگے کہ ایک نان بائی تھا۔جو کوئی بھی کبھی کھوٹا سکہ لے کر آتا تو وہ اسے کھوٹے سکے کے بدلے بھی نان دے دیتا۔جب وہ مرنے لگا تو اس نے کہا کہ فلاں جگہ پر کھوٹے سکے پڑے ہیں۔جب میں مر جاؤں تو ان کو میری قبر میں رکھ دینا پوچھا گیا کہ کیوں تو کہنے لگا کہ میں حساب کے وقت اللہ میاں سے کہوں گا کہ میں ساری عمر کھوٹے سکوں کے بدلے تیرے بندوں کو نان دیتا رہا ہوں اب آپ بھی میرے کھوٹے اعمال کو قبول کر لیں ۔سبحان اللہ ۔اور کہا کہ مجھے یقین ہے کہ میرا اللہ مجھے ضرور بخش دے گا۔بابا جی نے بتایا کہ قبلہ انصاری صاحب نے ایک دفعہ مجھے کہا کہ آپ محفل میں میری پیشانی کی طرف دیکھا کریں ۔بھر پور فیض ملے گا۔قبلہ انصاری صاحب کے بارے میں بتانے لگے کہ گفتگو بھر پور فرماتے تھے اور بامعنی و بامقصد گفتگو کو پسند فرماتے تھے ۔ایک بھائی نے بانی سلسلہ قبلہ انصاری صاحب کے مزاج کے بارے میں پوچھا۔

جواباً بابا جی نے فرمایا کہ قبلہ انصاری صاحبؒ ایک دفعہ بیٹھے بیٹھے فرمانے لگے کہ دیکھیں کہ یہ لوگ اگر چاند پر چلے گئے تو 1400 سال پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہہ دیا کہ اے جن اور انس تم زمین و آسمان کے کناروں سے نہیں نکل سکتے مگر بغیر طاقت کے۔بابا جی نے پھر سمجھایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس طاقت آ جائے تو تم نکل سکتے ہو یہاں سے جیسے انگریز نکل گئے تم لوگوں میں طاقت ہی نہیں۔طاقت حاصل کرو تو آسمان سے باہر چلے جاؤ گے۔ انصاری صاحبؒ Disipline کے معاملے میں بہت سخت تھے ذرا لچک نہیں تھی۔جماعت علی شاہ مانسہرہ کے خادم حلقہ تھے۔وہاں موثر قسم کے لوگ حلقے میں آتے تھے بابا جی کو بلایا بھی اور آؤ بھگت

بھی بڑی کی وہاں سے بڑے خوش آئے۔چند مہینوں بعد وہاں سے ایک موثر آدمی نے بابا جی کو خط لکھا اور خادم حلقہ کی شکایت کی بابا جی نے اس آدمی کو جواباً خط نہیں لکھا بلکہ خادم حلقہ کو خط لکھ دیا اور پوچھا کہ معاملہ کیا ہے اس کی تفصیل بتاؤ اس نے حقیقت لکھ کر بھیج دی۔قبلہ انصاری صاحبؒ نے پھر دوسری بات نہیں کی نہ ہی موقع دیا اور اس آدمی کو اور اس کے گروپ کو کہا کہ آج سے تم لوگوں کا ہمارے حلقہ سے کوئی تعلق نہیں۔میرے نمائندے کی تم لوگ عزت نہیں کر سکے اس کی شکایت کرنے سے تم باز نہیں آئے میری کیا تم عزت کرو گے۔نکال دیا حلقے سے ان کو صفائی کا موقع نہیں دیا ڈسپلن کے معاملے میں سخت تھے باقی فقیر اور کیا سخت ہوگا۔غصہ کرتے تھے تو صرف چہرے پر غصہ ہوتا تھا اندر کچھ بھی نہیں ہوتا تھا ایک دفعہ نوشہرہ ورکاں میں کنونشن تھا۔تیسرے دن جب کنونشن ختم ہوا اور بھائیوں کے جانے کا وقت تھا تو آپ ایک طرف کرسی ڈال کر بیٹھ گئے سب اداس تھے قبلہ بابا جی بھی اداس تھے کہ جدا ہو رہے ہیں سب بھائی آتے گئے اور قبلہ بابا جی کے اردگرد جمع ہوگئے قبلہ بابا جی نے پوچھا کہ تم لوگوں کو پتہ ہے کہ تم لوگ یہاں کیوں آتے ہو سب خاموش رہے کوئی بھی نہیں بولا۔قبلہ بابا جی بولے کہ اس لئے آتے ہو کہ مجھے تم سے پیار ہے تم بھی ایسا پیار آپس میں کرو اور دوسری مخلوق سے بھی کرو وہ تمہارے پاس ایسے آئیں گے جیسے تم میرے پاس آتے ہو عجیب حالت ہوگئی سب پھوٹ کے روئے اور پھر ہاتھ ملا کر چلے گئے اس وقت جو بھی قبلہ انصاری صاحبؒ سے ملتا وہ یہی سمجھتا کہ آپ سب سے زیادہ پیار مجھ سے کرتے ہیں۔

ایک بھائی نے پاکستان کے موجودہ حالات کے بارے میں سوال کیا تو بابا جی فرمانے لگے کہ ہم فرقوں میں اور لسانی بنیادوں پر بٹی ہوئی قوم ہیں۔علماء دین کی یہ ذمہ داری تھی کہ امت کو جوڑ کر رکھتے مگر ہر فرقے کا عالم کہتا ہے کہ وہ ناجی ہے اور دوسرا ناری ہے اسلام کے نام پر پاکستان کو حاصل کیا یہ نہیں کہ چلو مسلمان ہی بنا دیں نہ علماء دین نے کچھ کیا نہ دوسروں نے۔ آج ہم سندھی ، پنجابی، اور پٹھان بنے ہوئے ہیں پاکستانی کوئی نہیں ہمارے پڑوس میں جو مسلمان ہیں ان سے پوچھو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم بھارتی ہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ یہ خطہ ملا اور خاص کرم سے اب تک ہمارے پاس ہی ہے ہمارے دشمنوں کی تعداد کم نہیں ہے پوری دنیا کے

غیر مسلم پاکستان کے نمبر 1 دشمن ہیں ۔چاہے امریکہ،سارا یورپ،اسرائیل اور ہمارا پڑوسی سب پاکستان کے دشمن ہیں ۔ایران بھی اُن کے ساتھ ہے اسلام اور پاکستان کا انشاءاللہ عروج ہوگا۔

؏ اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے

اتنا ہی اُبھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

مسلمان اٹھیں گے یہ جو پوری دنیا میں مسلمانوں کو ذلیل کیا جارہا ہے یہ اللہ میاں کی طرف سے ہے کہ کسی طریقے سے مسلمان ہوش میں آجائیں کم ازکم انسان تو بنو۔کسی روز ایک جوان اٹھے گا ساتھ چند لوگ اُٹھیں گے اور پھر سب ایک ہوجائیں گے انشاءاللہ ایسے ہی ہونا ہے لیکن ابھی یہ جو کچھ ہورہا ہے ہماری بے عزتی مار کٹائی تو یہ اللہ تعالیٰ ہمیں جگانے کے لئے کررہے ہیں لیکن ابھی وقت لگے گا ہم اپنے آپ کو بھول چکے ہیں حضور اقدس ﷺ نے جو سبق ہم کو سکھایا تھا وہ ہم بھول چکے ہیں قبلہ انصاری صاحب نے کہا تھا کہ اگر 25 سال پاکستان قائم رہا تو پھر اُسے دنیا کی کوئی طاقت مٹا نہیں سکتی۔ہم الحمداللہ 50 سال سے زائد گزار چکے ہیں ۔اللہ ہمارے ساتھ ہے جتنی دشمنی اور حملے اس پر ہوئے ہیں اور ہورہے ہیں شاید ہی کسی پر ہوئے ہوں پچھلے آٹھ دس سال کا دور جو ہوا یہ سارا پاکستان کے خلاف ہی ہوا۔افغانستان کا تو نام تھا۔وہ تو پہلے حملے میں ختم ہوگیا تھا افغانستان میں کیا تھا انہوں نے جو بمب پھینکے تو پتھروں کی ریت بنادی۔اگر پاکستانیوں کی بجائے کوئی اور قوم ہوتی تو ٹکڑے ٹکڑے ہوچکی ہوتی۔یہ اللہ نے ان کو ہی حوصلہ دیا کہ مار کھاتے رہے اور اللہ نے پاکستان کو طاقت دی تھی اور اب بھی ہے دشمن کو بھی پتہ ہے کہ اگر ہم نے غلطی کردی مسلح کاروائی کی تو یہ جو مریں گے مریں گے ہم بھی نہیں بچیں گے اگر انہیں یقین ہوتا کہ ہم ان کو افغانستان کی طرح مار کر چلے جائیں گے تو وہ کب کا آچکا ہوتا اس کی جرات نہیں ہورہی خالص اللہ کی مدد سے ہم قائم ہیں اور قائم رہیں گے یہ یاد رکھیں کہ دشمن ہمارا مرنا نہیں چاہتا زندگی سے اُسے بہت پیار ہے یہ صرف مسلمان قوم ہے ہتھیلی پے جان رکھ کر پھرتی ہے باباجی انصاری صاحب کہا کرتے تھے کہ مسلمان نے ایک ہی کام سیکھا ہے جان مانگو تو فوراً تیار

لیکن اگر پیسے مانگو تو کبھی نہیں دے گا اگر کسی گئے گزرے مسلمان کو پتہ چلے کہ حضورﷺ کے خلاف کوئی بات کردی ہے تو مرنے مارنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے اور کسی قوم میں ایسی بات نہیں یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ودیعت کی ہے۔

ایک بھائی نے موجودہ سیاسی حالات کے بارے پوچھا تو باباجی نے فرمایا کہ ہم مردہ پرست قوم ہیں موجودہ قیادت میں اور سیاسی جماعتوں کے لیڈروں میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کے پیچھے لگا جاسکے۔بھٹو کو مرے کئی دہائیاں گزر گئی مگر اب تک اس کا نام کیش کروارہے ہیں ایک سیاسی جماعت کے لیڈر کے بچے یہودیوں کے گھروں میں پرورش پارہے ہیں۔کل کو اگر وہ سیاست میں آ گئے اور اس مردہ پرست قوم نے انکا ساتھ دیا تو پاکستان کی حکومت یہودیوں کے پاس چلی جائے گی۔اللہ خود ہی اپنے فضل کرم سے کچھ کردے لوگ بےقصور ہیں ان کا اتنا قصور ہے کہ یہ بزدل ہیں۔مگر کیا کریں ان کے آگے لگنے والا کوئی نہیں۔مسلمان ملک آپس میں لڑرہے ہیں اور مزے کی بات ہے کہ ہر ملک غیروں کے ایجنڈے پر کام کررہا ہے۔یہ بات مسلمانوں کو سمجھ نہیں آتی پھر ہم کہتے ہیں کہ ہم بڑے عقل مند ہیں۔کشمیر،افغانستان ،شام،عراق، یمن، فلسطین، برما کہاں کہاں مسلمانوں کو نہیں پیٹا جارہا۔یہ جو اللہ تعالیٰ نے جماعتیں بنائی ہیں حزب اللہ اور حزب الشیطان بس مسلمان ایک سائیڈ پر اور باقی دوسری سائیڈ پر۔مسلمان دنیا کے کسی کونے میں بھی ہو اور کتنا بھی نالائق ہو مگر نام مسلمان ہے تو تمام حزب الشیطان اس کے دشمن ہے چاہے اس نے ایک سجدہ بھی نہ کیا ہو مگر نام مسلمان ہو تو ان کا بس چلے تو سب سے پہلے اُسے ماردیں۔آج بھی یہی حال ہے اس لئے حزب الشیطان کو حزب اللہ بن کے ہی مارا جاسکتا ہے۔حزب اللہ جب تک نہیں بنے گا حزب الشیطان کو نہیں مارا جاسکتا۔نام تو ہے حزب اللہ کا،نام تو ہے مسلمان لیکن نام کے مسلمان ہیں۔

وضع میں تم نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

اخلاق و کردار

(فراز تنویر - لاہور)

صحت اخلاق و کردار انسانی تربیت کا ایک ایسا جزو ہے کہ جو انسانوں میں باہمی محبت و قرابت پیدا کرتا ہے، انسان کو انسان کے قریب کرتا ہے، انسانوں میں ایک دوسرے کیلئے جذبہ ہمدردی و جذبہ ایثار و قربانی پیدا کرتا اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کا جذبہ ابھارتا ہے، اخلاق و کردار کی تربیت ہر انسانی معاشرے کی ضرورت ہے کوئی بھی مہذب معاشرہ اخلاق و کردار کی مناسب تربیت کے بغیر پروان نہیں چڑھ سکتا اور جن معاشروں میں اخلاق و کردار کی تربیت کو اہمیت نہیں دی جاتی وہ دنیا میں غیر مہذب قوم کہلاتی ہے اور حد درجہ گراوٹ و انتشار کا شکار ہو کر بالآخر صفحۂ ہستی سے بے نام و نشان ہو کر مٹ جاتی ہے اسی لئے دنیا کے تقریباً تمام قدیم و جدید مذاہب میں انسانی اخلاق و کردار کی تربیت کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔

ہمارے مذہب اسلام میں انسان کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ انسان کے اخلاق و کردار کی بہترین تربیت اسلامی تعلیمات کا لازمی جزو قرار دیا گیا ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے اخلاق و کردار کی خوبیوں کے سبب ہی دنیا پر حکمرانی کی ہے اور مسلمانوں کا بہترین اخلاق و کردار ہی تمام دنیا میں شاندار اسلامی ریاستوں کے قیام کی مستند دلیل ہے۔ مگر افسوس کہ آج بیشتر اسلامی ریاستوں کی وہ شان و شوکت باقی نہ رہی اور اس کی وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں نے اپنے شاندار ماضی کی طرح اپنی شاندار اخلاقی اقدار کو بھی بھلا دیا ہے جبکہ غیر مذاہب کے لوگ قرآن پاک کے مطالعہ و تحقیق سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے قرآنی تعلیمات کو اپنی عملی زندگیوں میں شامل کر کے فیض یاب ہو رہے ہیں اور یہی دنیا میں غیر اسلامی ریاستوں کا

اسلامی ریاستوں کے مقابلے میں ترقی وعروج کا باعث ہے۔ جبکہ ہم مسلمان اندھا دُھند تقلید اغیار میں خود کو تباہ کر رہے ہیں آج مسلمان مرد و خواتین میں وہ تمام عادات وخصائص رواج پا گئے ہیں جن کا اسلامی تعلیمات سے ذرّہ برابر بھی واسطہ نہیں بلکہ ہمارے معاشرے میں آج بھی چند گھرانوں میں انہیں معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن محض چند افراد یا چند گھرانوں کے سمجھنے سے بات نہیں بنتی جب تک کہ اجتماعی طور پر معاشرے کو تبدیل کرنے کی سعی نہ کی جائے لیکن یہ بات خوش آئند ہے کہ ابھی اس قوم میں چند باضمیر انسان موجود ہیں جو انسانیت کی بھلائی چاہتے ہیں کہ اسلام کل انسانیت کی بھلائی وراہنمائی کا مذہب ہے اور دنیا ایسے ہی عظیم لوگوں کی برکت سے قائم بھی ہے کہ جو انسان کی بھلائی کیلئے نہ صرف متفکر رہتے ہیں بلکہ عملی طور بھی اپنے اخلاق و کردار کی خوبیوں سے کام لے کر اس کارِ خیر میں مشغول ہیں اگر دنیا میں ایسے انسان موجود نہ ہوتے تو دنیا کب کی تباہ و برباد ہو جاتی، دنیا قائم ہے یہی دنیا میں نیک و پارسا انسانوں کی موجودگی کا ثبوت ہے کہ ہمہ تن انسانیت کی بھلائی کے کاموں میں سرگرم عمل ہیں انہی کے دم سے دنیا قائم ہے اور قائم رہے گی۔ کہتے ہیں کہ قطرہ قطرہ سمندر بنتا ہے، چلتے چلتے کارواں بنتا ہے، دیئے سے دیا جلتا ہے تو روشنی ہوتی ہے اندھیرا دور ہوتا، اُجالا پھیلتا ہے قدم سے قدم ملتے رہیں، دیئے سے دیا جلتا رہے تو یہ کارواں رفتہ رفتہ وسعت اختیار کرتا چلا جائے گا، اندھیرے راستوں میں نور بکھرتا چلا جائے گا۔ کسی بھی طرح کے حالات میں مایوسی کو پاس نہ آنے دیں کہ مایوسی کفر ہے بلکہ کفر کی ضد ”ایمان“ جس کی روشنی سے اپنے دلوں کو منور رکھیں، اور تعلیمات قرآنی کے مطابق اپنے اخلاق و کردار کو سنوارنے کا باقاعدہ عمل جاری رکھیں، انشاءاللہ پھر سے ہمارا وقت آئے گا۔

اصلاح باطن (لمبی امیدوں سے پرہیز)

(حافظ محمد ہارون)

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور اس کی بے شمار صفتوں میں سے ایک خاص صفت یہ ہے کہ یہ انسان کے اندر تبدیلی لاتی ہے، اس کا تعلق اللہ جل شانہٗ سے استوار کرتی ہے اور اس کے نفس کی برائیوں کو مغلوب کر کے اچھائیوں کو غالب کرتی ہے، ایک مومن کی اچھائی یا صفت محمود قرآن حکیم نے یہ بیان کی ہے کہ دکھ ہو یا سکھ، خوشی ہو یا غمی، فراخی ہو یا تنگدستی، سردی ہو یا گرمی، خوشگواری ہو یا ناخوشگواری، وہ ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہے، حالات سازگار ہوں، اس کی چاہتیں اس کو مل رہی ہوں، امیدیں برآ رہی ہوں تو وہ اس کو اپنی قوت بازو کا نتیجہ نہ سمجھے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی بخشش سمجھ کر ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرے اور جب کوئی دکھ اور مصیبت پیش آجائے تو مایوسی اور سراسیمگی کا شکار نہ ہو بلکہ ایمانی صبر و ثبات کے ساتھ اس کا استقبال کرے اور دل میں اس ایمان و ایقان کو تازہ کرے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہی اس مصیبت سے نجات دلانے والا ہے۔

اس کے برعکس جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی نہیں ہوتا اور طول امل میں مبتلا رہتا ہے اس کو اطمینان قلب نصیب نہیں ہوتا، طول امل یہ ہے کہ لمبی امیدیں باندھی جائیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے اس پر قناعت نہ کی جائے بلکہ زیادہ سے زیادہ کی تمنا کی جائے، ایسا شخص حقیقی معنوں میں ناشکرا ہوتا ہے وہ نہ تو ان نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے جو اس کو پہلے سے حاصل ہیں اور نہ اس کو کوئی نئی نعمت ملنے پر خوشی ہوتی ہے کیونکہ ہوائے نفس یا حرص و طمع اس خوشی کو زائل

کردیتی ہے۔گویا جہاں ہم غنائے نفس یا قناعت اور صبر وشکر کو ساری بھلائیوں کا سرچشمہ کہہ سکتے ہیں وہاں طول امل یا حرص دنیا کو ساری برائیوں کی جڑ اور اطمینان قلب کی قاطع کہیں گے۔قرآن حکیم کی سورۃ النساء میں ارشاد ہوا ہے۔

(ترجمہ)''یعنی اور جو کچھ اللہ نے تم میں سے کسی کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرو''

اس آیت میں ہمیں جو ہدایت دی گئی ہے اسے اگر ملحوظ رکھا جائے تو ہمارے معاشرے میں ہر ایک کو امن وسکون اور اطمینان قلب کی لازوال دولت نصیب ہو جائے ،اس حقیقت سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ خالق کائنات نے تمام انسانوں کو ایک جیسا نہیں بنایا بلکہ ان کے درمیان انواع واقسام کے فرق رکھے ہیں کوئی سالم اور صحیح اعضاء کے ساتھ پیدا ہوا ہے اور کوئی پیدائشی طور پر ناقص الاعضاء ہے کوئی خوبصورت ہے اور کوئی بدصورت،کوئی قوی ہے اور کوئی کمزور،کوئی خوش الحان ہے اور کوئی بدآواز، کوئی تاجر ہے اور کوئی مزدور، کسی کو اللہ نے بہتر حالات میں پیدا کیا ہے اور کسی کو بدتر حالات میں، کسی کو زیادہ ذرائع آمدنی دیے ہیں اور کسی کو کم ،اسی فرق وامتیاز کی بنا پر انسانی تمدن کی عمارت قائم ہے،اس فرق کو مٹانے یا اسے نظر انداز کرنے کی کوشش کرنا فطرت سے جنگ کرنے کے مترادف ہے اسے ہم زمین پر فساد برپا کرنے کی کوشش کا نام بھی دے سکتے ہیں آدمی کی یہ ذہنیت کہ جسے کسی حیثیت سے اپنے مقابلہ میں بڑھا ہوا دیکھے بے چین ہو جائے، یہی اجتماعی زندگی میں کفران نعمت حسد، رقابت ،عداوت، اور باہمی کشمکش کی جڑ ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب اس کی لمبی امیدیں پوری نہیں ہوتیں اور جو فضل اسے جائز طریقوں سے حاصل نہیں ہوتا اسے وہ ناجائز طریقوں سے حاصل کرنے پر اتر آتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسی ذہنیت سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے اس ارشاد کا مدعا یہ ہے کہ جو فضل اس نے تم سے زیادہ دوسروں کو دیا ہے اس کی تمنا نہ کرو اور نہ اپنے دل میں لمبی امیدیں پالو البتہ اللہ سے فضل کی دعا کرو، وہ جس فضل یا نعمت کو اپنے علم وحکمت سے تمہارے لیے مناسب سمجھے گا عطا فرمادے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اپنے دل میں لمبی امیدیں پالنے والے کو عطائے نعمت پر بھی حقیقی خوشی نصیب نہیں ہوتی، بلکہ اس کے دل میں حرص کی آگ اور بھڑک اٹھتی ہے یہ آگ ہر وقت بھڑکتی رہتی ہے یہاں تک کہ فرشتہ اجل اس کو اپنے پنجوں میں دبوچ لیتا ہے سورۃ تکاثر میں انسان کی اس کیفیت کو بیان کیا گیا ہے کہ مال کی کثرت اور دنیا کے سازوسامان کی حرص آدمی کو اللہ اور آخرت سے غافل کر دیتی ہے دن رات اس پر دنیا کمانے کی دھن سوار رہتی ہے یہاں تک کہ موت اس کے دروازے پر آ دستک دیتی ہے مرنے کے بعد اس کو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی حرص نے اس کو منعم حقیقی کی طرف سے غافل رکھا اور اس نے اس کے اوامر و نواہی پر عمل نہ کیا جس کے نتیجے میں آتش جہنم اس کا مقدر بنی طول امل یا حرص و ہوس کے روگ کا علاج صرف قناعت ہے جس کو قناعت یا غنائے نفس کی دولت مل گئی اسے سب کچھ مل گیا۔

شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

گفت چشم تنگ دنیا دوست را
یا قناعت پر کند یا خاک گور

یعنی دنیا کی حرص میں مبتلا آدمی کی تنگ آنکھ کو یا تو قناعت بھرتی ہے یا پھر قبر کی مٹی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں لمبی امیدوں میں مبتلا ہونے سے بچائے اور قناعت کی دولت نصیب فرمائے آمین یارب العلمین۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

(محمد یوسف اصلاحی)

اللہ عزوجل نے جس عظیم مہم کو انجام دینے کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا، اپنے اپنے دور میں ہر نبی نے اس کا حق ادا کیا اور اللہ کے بندوں کو زمین پر اللہ کی مرضی کے مطابق رہنا سکھایا۔سب سے آخر میں اس عظیم مہم کو انجام دینے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور عرفات کے میدان میں امت نے اعتراف کیا کہ اللہ کے آخری رسول ﷺ نے کارِ نبوت کا حق ادا کر دیا۔درود وسلام ان پر اور ان کی آل اولاد پر۔

کارِ نبوت کیلئے قرآن وحدیث میں کئی اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں، دعوت الی اللہ، شہادت علی الناس، اظہار دین، اقامت دین، اعلائے کلمۃ اللہ، انذار، تبشیر، تبلیغ و جہاد، تذکیر و نصیحت اور امر بالمعروف نہی عن المنکر وغیرہ۔ان میں سے ہر اصطلاح اپنی جگہ نہایت اہم اور کسی خصوصی پہلو کو اجاگر کرنے والی ہے اور کارِ نبوت کی وضاحت کے لئے ہر ایک کا اپنا ایک مقام ہے ان اصطلاحات میں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ایک جامع اصطلاح ہے۔ اس اصطلاح کی جامعیت اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ کارِ نبوت کے پورے مفہوم پر حاوی ہے۔اور اس کے استعمال سے اس مہم کا پورا خاکہ سامنے آجاتا ہے کہ کن چیزوں کو انسانی سماج سے خارج کرنا ہے اور کن قدروں کو سماج میں قائم کرنا اور رواج دینا ہے۔ساتھ ہی ذہن میں یہ بات بھی آجاتی ہے کہ کارِ نبوت کو انجام دینے کے لئے خیر و شر کی طویل کشمکش سے گزرنا بھی ناگزیر ہے۔

اسلام کی دعوت دینے کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں ہیں جبکہ خیر اور معروف کو قائم کیا جائے اور منکر کو مٹایا جائے۔خیر یا معروف وہ ہے جس کو انسانی فطرت ہمیشہ بہتر سمجھتی رہی ہے اور اسی کو وحی الٰہی نے بھی خیر او رمعروف کہا ہے۔دین کے اندر جو کچھ ہے وہ خیر ہی ہے خواہ اس کا تعلق،

عقائد ونظریات سے ہو یا اخلاق ومعاشرت سے ،حقوق سے ہو یا معاملات سے قانون وسیاست سے ہو یا عبادت وریاضت سے اور جو کچھ اسلام سے باہر ہے وہ شر ہی شر ہے۔خیر صرف وہ ہے جس کو اسلام نے اپنے اندر سمیٹ لیا ہے۔خیر اور معروف کی ان قدروں پر انسانی سماج کی تعمیر اسی وقت ممکن ہے جب شر اور منکر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے اور شر کو مٹانے اور انسانی سماج سے اس کی گرفت ختم کرنے کے لئے ناگزیر ہے کہ اہل شر سے کشمکش ہو اس کشمکش کے بغیر انسانی سماج میں خیر اور معروف کی قدروں کو رواج دینا ممکن نہیں۔

دنیا میں جتنے انبیاء اور رسول بھی آئے اسی کارِ نبوت کو انجام دینے کے لئے آئے اور سب سے آخر میں اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی کارِ نبوت کو انجام دینے کے لئے بھیجے گئے۔اللہ تعالیٰ نے نبوت آپ ﷺ پر ختم کر دی اور اعلان فرمایا کہ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ساتھ ہی یہ اعلان بھی فرمادیا کہ اب یہ کارِ نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت جو آخری امت ہے رہتی زندگی تک انجام دیتی رہے گی۔

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں (ہر افراط وتفریط سے پاک) درمیانی امت بنایا تا کہ تم انسانوں پر گواہی دینے والے بنو اور رسول ﷺ تم پر گواہی دینے والے ہوں۔(البقرہ 143)

یعنی نبوت تو ختم ہوگئی مگر کارِ نبوت باقی رہے گا اور جس طرح رسول تم پر گواہ رہے تم اب رہتی دنیا تک انسانوں پر گواہ رہو گے۔۔یعنی وہی انبیائی کام اب تم بحیثیت امت انجام دیتے رہو گے۔دوسری جگہ امت کو خطاب کرتے ہوئے کہا گیا۔

"تم بہترین امت ہو جسے انسانوں کی فلاح کے لئے برپا کیا گیا تم معروف کا حکم دو اور منکر سے روکو۔

پہلی آیت میں اس آخری امت کو امت وسط یعنی درمیانی امت جس کو امتوں میں صدر نشینی کا مقام حاصل ہے اور جو ہر طرح کے افراط وتفریط سے محفوظ توازن اور اعتدال پر اٹھائی گئی ہے اور یہی اس کی وجہ امتیاز وفضیلت ہے۔دوسری آیت میں اسی امت وسط کو خیر امت کہا گیا اور کارِ نبوت کی تعبیر کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے

بلاشبہ اس مہم پر مامور کیے جانے والے اور اس خطاب کے اعزاز سے نوازے جانے والے قرآن کے اولین مخاطب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صحابہ کرام ہی ہیں جن سے بہتر انسانوں کی کوئی جماعت کرہ ارض پر کبھی نہیں دیکھی گئی جنہوں نے حالت ایمان میں اللہ کے رسول ﷺ کا دیدار کیا اور جنہوں نے یہ شرف پایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست تربیت میں پروان چڑھے

البتہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہونے والے تمام مسلمان خواہ وہ کسی دور میں ہوں، کسی ملک اور خطے میں بستے ہوں، کسی بھی رنگ ونسل کے ہوں اور کوئی بھی زبان بولتے ہوں۔ ایمان لا کر جب وہ رسول ﷺ کی امت میں شامل ہوئے تو یقیناً وہ صحابہؓ کے جانشین اور ان کے نقش قدم پر ہیں اور وہ بھی اس اعزاز و اکرام کے مخاطب ہیں۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت، خیر امت ہی ہیں اور ان کی منصبی ذمہ داری بھی قرآن کے نزدیک یہی ہے کہ وہ معروف کا حکم دیں اور منکر سے روکیں، اپنی توانائی، صلاحیت، حیثیت اور وسائل کے مطابق ہر مسلمان مرد اور عورت کو یہ کام انجام دینا ہے، خواہ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو، یا رسمی طور پر تعلیم سے بے بہرہ ہو تقریر و تحریر سے کام لے سکتا ہو یا صرف زبان سے یا صرف جان و مال سے اس کام میں اپنا حصہ ادا کر سکتا ہو۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر امت مسلمہ کا وہ فریضہ ہے جس پر قیام دین اور بقائے دین کا مدار ہے۔ دین کا تحفظ و احیاء بھی اسی پر منحصر ہے اور امت کی زندگی بھی اسی فریضے کی انجام دہی میں ہے۔ اسی لئے قرآن نے بھی امت کو مختلف انداز سے بار بار اس کی تاکید کی ہے۔ ترغیب و ترہیب کے مختلف پیرائے اختیار کئے ہیں اور اس سے غفلت کے انجام سے ڈرایا ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف موقعوں پر امت کو اس کام کی ترغیب دی ہے اور تنبیہ فرمائی ہے کہ امت جب بھی اس کام سے غفلت برتے گی اس کا انجام نہایت بھیانک ہوگا اور امت اللہ اور بندوں کی نظر میں بے وزن ہو جائے گی۔ دراصل ہر چیز اسی وقت تک وقعت کے ساتھ باقی رہتی ہے جب تک وہ اپنے وجود کا مقصد پورا کرتی رہتی ہے۔ اس اصول کے تحت امت کے ساتھ بھی اللہ کا یہی معاملہ ہے۔ امت اس مہم کو سرانجام دیتی رہے گی اور اپنے اس مشن

سے پہچانی جاتی رہے گی، دنیا میں عزت وسربلندی پاتی رہے گی اور دنیا میں کارِنبوت کا علم وعمل باقی رہے گا اور جب بھی یہ امت غفلت اور اللہ سے بے نیازی کی وجہ سے اس کارِعظیم کی بساط لپیٹ کر رکھ دے، اس سعادت کا علم فراموش کر دے اور اس کے شعور سے محروم ہو کر اس پر عمل چھوڑ بیٹھے تو کارِنبوت ختم ہو جائے گا۔ دین سے غفلت عام ہو جائے گی اور دھیرے دھیرے دین نہایت کمزور اور نامانوس ہو جائے گا اور امت کے ہوتے ہوئے جاہلیت کا دور پھر لوٹ آئے گا۔ علم کی روشنی کمزور پڑتے پڑتے ختم ہونے لگے گی اور جہالت کی تاریکی عام ہو جائے گی۔ زندگی کے گوشے گوشے میں فساد پھوٹ پڑے گا۔ ہر جانب بگاڑ ہی بگاڑ ہوگا۔ آبادبستیاں ویران ہونے لگیں گی۔ کشت وخون اور لوٹ وغارت گری کا بازار گرم ہوگا۔ نسلیں تباہ ہو جائیں گی۔ کھیتیاں اور باغات اجڑ جائیں گے اور امت ایسی ہلاکت وغفلت میں مبتلا ہوگی کہ قیامت سے پہلے اسکو اپنی ہلاکت کا احساس نہیں ہوگا۔

امت مسلمہ پچھلی تین چار صدیوں میں انحطاط وپستی، ذلت وخواری، کمزوری و بے وقعتی اور مظلومیت و بے بسی کے جس عبرتناک دور سے گزر رہی ہے اور نتیجے کے طور پر عالم انسانیت جس خلفشار بے یقینی، بداعتمادی، باہم نفرت وبیزاری، ظلم وجور اور فتنہ وفساد میں مبتلا ہے، اس کی بنیادی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ کارِنبوت معطل ہو کر رہ گیا ہے جس پر امت مسلمہ کو مامور کر کے خیر امت کے لقب سے نوازا گیا ہے، دراصل انسانیت کا اصل امن وسکون نفع وخیر و اصلاح کا دارومدار اس پر ہے کہ کارِنبوت جاری رہے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے امت سرگرم رہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ان گزشتہ صدیوں میں امت وسط نے اس فریضہ منصبی کے علم وشعور سے بھی غفلت برتی اور عملاً بھی اس نے اس کوشش وکاوش کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی بندہ حق انفرادی طور پر یا چند ساتھیوں کے ساتھ اس کارِخیر میں لگا رہا ہو، لیکن امت کی عظیم اکثریت نے اس کا علم بھی فراموش کر دیا ہے اور عمل سے بھی یکسر غافل رہی ہے۔

اللہ نے جن خوش نصیبوں کو اس علم سے نوازا تھا اور جن سے بجا طور پر توقع تھی کہ وہ عملاً

اس فریضے کو انجام دیتے رہیں گے، انہوں نے حالات سے مصالحت اور دین کے معاملے میں مداہنت کی روش اختیار کر لی اور ان کو اللہ کی ذرا شرم نہیں رہی اور عام لوگ مفاد پرستی، خواہش پرستی اور دنیا پرستی میں اسطرح غرق ہو گئے کہ ان کی زندگیاں جانوروں اور درندوں سے بھی بدتر ہو گئیں اور وہ اس طرح زندگی گزار رہے ہیں گویا ان کے پاس آسمانی ہدایت آئی ہی نہیں ہے اور ایسا کوئی گروہ نظر نہیں آتا جس کو دیکھ کر اطمینان سے کہا جا سکے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتے اور اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان سے محبت کرتا ہے، جو اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔ اللہ بیزاروں کے لئے انتہائی سخت اور اصحاب ایمان کے لئے نہایت نرم ہے۔

ان سنگین اور مشکل ترین حالات میں جو گروہ بھی اٹھ کر سوسائٹی کو برائیوں سے پاک کرنے اور بھلائیوں کو قائم کرنے کے لئے آواز اٹھائے بگڑی ہوئی سوسائٹی کا چیلنج قبول کر کے ہر طرح کی قربانی، فدا کاری کے لئے میدان میں آئے، جہالت اور جاہلیت کو دور کرنے کا بیڑا اٹھائے اور ان شگافوں کو بند کرنے کیلئے ہمت و جرات دکھائے جن سے برائیاں پھوٹ رہی ہیں خواہ اس کے لئے تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دے یا زبان و قلم سے اس کی اشاعت کی ذمہ داری قبول کرے یا عملاً دینی قدروں کو قائم اور نافذ کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے اور اس طرح رسول پاک ﷺ کی مٹتی ہوئی سنتوں کی تجدید کا بار گراں اٹھائے اور مٹتی ہوئی سنتوں کو زندہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہو اور اس عزم کے ساتھ کمر کس لے کہ وہ سنت کو زندہ کر کے ہی دم لے گا تو ایسی سنت جس کو زمانے نے مٹا دیا ہے، زندہ کرنے کے صلے میں اللہ اپنی مخلوق کے درمیان نہایت اونچا اور ممتاز مقام عطاء فرمائے گا اور دربار خداوندی میں اس کو قرب کا وہ مقام امتیاز حاصل ہو گا کہ قربت کا کوئی بھی درجہ اس کی بلندی کو نہ پا سکے گا۔

امت مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی، خون کے آنسو رلانے والی مظلومیت و بے بسی اور عبرتناک پستی خیر امت کے ہر ہر فرد کی غیرت کو للکار رہی ہے کہ وہ اٹھے اور اللہ و رسول ﷺ کی

پکار پر لبیک کہے۔ ہر طرف آواز گونج رہی ہے: من انصاری الی اللہ

اٹھیے اور نحن انصار اللہ کہتے ہوئے آگے بڑھیے اور اپنے رب سے انعام و اکرام پانے اور اس کے قرب کا مقام امتیاز حاصل کرنے کے لئے دوڑیے یہ اس عظیم و رحیم ہستی کا وعدہ ہے جو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ یہ جاگنے اور کچھ کرنے کا وقت ہے اور جو اس وقت بھی نہیں جاگا او رمہلت کی ان گرانقدر گھڑیوں کو بھی جس نے کھو دیا اس کے حصے میں رنج و غم کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

دعائے مغفرت

ملتان سے سید عطاء اللہ شاہؒ کی زوجہ محترمہ، جو سید محمد امین شاہ کی بھابھی تھیں

گکھڑ کے بھائی محمد یونس ہاشمی کی خوشدامن

اور بھائی وسیم شہزاد کے چچا

گوجرانوالہ کینٹ سے بھائی رانا عامر کے بڑے بھائی

نوشہرہ ورکاں سے بھائی محمد لطیف کے داماد

اور بھائی معین الدین کے ہم زلف

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

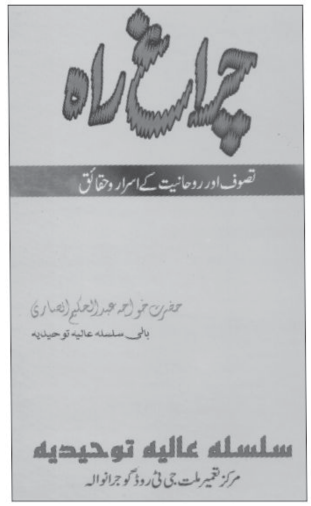
مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

مرکز سے ھدایات

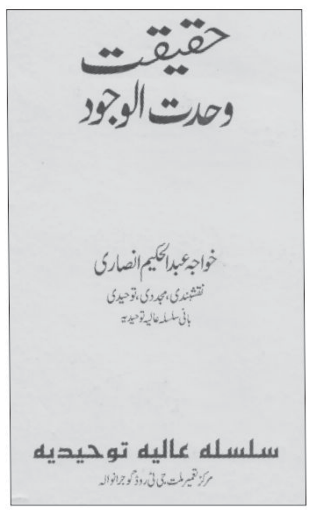
حقیقی مؤمن کا ہر کام عبادت ، ہر فکر مراقبہ، ہر کلام مناجات اور معرفت کی رزمگاہ، کائنات کا ہر مشاہدہ، چھان پھٹک اور نگاہِ شوق اور دوسرے مومن کے ساتھ رحمت وشفقت پر مبنی تعلق ہوتا ہے۔ان اعلیٰ اوصاف کی آبیاری کیلئے بلکہ تصوف وسلوک کی تعلیم کا نچوڑ ،دنیا کے رموز اور زندگی کے آداب خواجہ عبدالحکیم انصاری بانی سلسلہؒ نے اپنی کتب میں مدوّن فرما دیے ہیں۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی آفاقی و عالمگیر اور حیات بخش تعلیمات اس گئے گزرے دور میں زنگ آلود قلوب واذھان میں یقیناً عمل کی تحریک پیدا کرتی ہیں ۔لہٰذا ان کی دہرائی کیلئے شیخ سلسلہ بابا جان نے تمام پیر بھائیوں کو مطالعہ کتب کا حکم دیا ہے۔اس مطالعہ کے شیڈول کے مطابق عمل کریں۔

مہینہ	کُتب
دسمبر 2016ء	تعمیر ملت
جنوری 2017ء	طریقت توحیدیہ اور حقیقت وحدت الوجود
فروری 2017ء	چراغ راہ
مارچ 2017ء	مقصود حیات

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

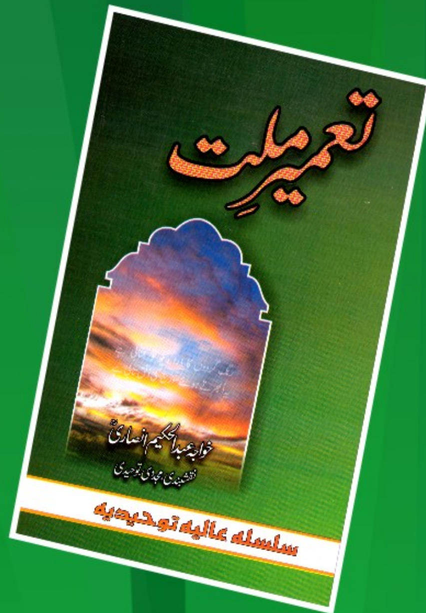


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

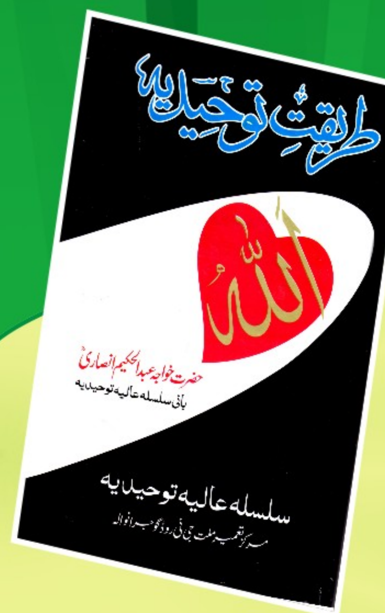


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت ،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com